بسم اللہ

دیوان حسرت موہانی

جسمیں سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوے معلی سابق علی گڑھ حال کانپور کے کلیات حصہ اول۔ دوم۔ سوم۔ و چہارم کی جملہ بہترین غزلوں کے کل منتخب اشعار درج ہیں

از سنہ ۱۹۰۳ء تا سنہ ۱۹۱۸ء

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھپا

اور دفتر اردوئے معلی کانپور سے شائع ہوا

سنہ ۱۹۳۰

طبع دوم　　قیمت فی جلد ۸/　　۱۰۰۰ جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا — جبکہ صفات یار میں دخل نہ ہو قیاس کا
عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہانِ بیخودی — جان خزینہ بن گئی حیرت بے قیاس کا
رونق پیرہن ہوئی خوبیٔ جسم نازنیں — اور بھی شوخ ہو گیا رنگ ترے لباس کا
لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں — قلب گناہ گار میں نام نہیں ہراس کا
طے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملہ — جان امیدوار کا حسرتؔ محو یاس کا

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا — کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا
بڑھ گئیں تم سے تو ملکر اور بھی بیتابیاں — ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا
عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں میں مرتبے — مہر ذروں کو کیا قطروں کو دریا کر دیا
کیوں نہ ہوں تیری محبت سے منور جان و دل — شمع جب روشن ہوئی گھر میں اُجالا کر دیا
سب غلط کہتے تھے لطف یار کو وجہ سکوں — درد دل اس نے تو حسرتؔ اور دونا کر دیا

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا — طرفہ عالم ہے ترے حسن کی بیداری کا
مایۂ عشرتِ بیحد ہے غم قید وفا — میں شناسا بھی نہیں رنج گرفتاری کا
جور پیہم نہ کرے شان توجہ پیدا — دیکھ بدنام نہ ہو نام ستمگاری کا
ہیں جو اے عشق تری بیخبری کے بندے — بس ہو انکا تو نہ لیں نام بھی ہشیاری کا
کٹ گیا قید میں ماہ رمضاں بھی حسرتؔ — گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

تجھ سے وہ ملا شوق سے اور تو نے نہ جانا — حسرتؔ کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانا
ہے ایک در پیر مغاں تک تو رسائی — ہم بادہ پرستوں کا کہاں اور ٹھکانا
مخصوص غم عشق ہیں ہم لوگ، ہمارا — اچھا نہیں اے گردش افلاک ستانا
صد شکر غم ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ — جو دل ہے ترے تیر محبت کا نشانا
آتی ہے تری یاد سو حسرتؔ کو شب غم — ہر بار اسے افسانۂ دل کیلئے سنانا

ہم نے کسدن ترے کوچے میں گذارا نہ کیا
تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاریٔ دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارا نہ کیا

محفلِ یار کی رہجائے گی آدھی رونق
ناز کو اس نے اگر انجمن آرا نہ کیا

روبرو چشمِ تصور کے وہ ہر وقت رہے
نہ سہی آنکھ نے ان کا جو نظارا نہ کیا

گر یہی ہے ستمِ یار تو ہم نے حسرت
نہ کیا کچھ بھی جو دنیا سے کنارا نہ کیا

ہجومِ بیکسی کو وجہ لطفِ بیکراں پایا
کہ ہم نے آج اس نامہرباں کو مہرباں پایا

ستم سمجھے ہوئے تھے ہم تری بے اعتنائی کو
مگر جب غور سے دیکھا تو اک لطفِ نہاں پایا

حقیقت نالۂ دل سے کھلی غمہائے پنہاں کی
سنا شورِ جرس جسنے نشانِ کارواں پایا

ہنسی عبرت بہت جب رنگِ گل کی بے ثباتی نے
چمن میں عندلیبِ سادہ دل کو شادماں پایا

نہ جائے کوئی میری وضع رسوا پر کہ اے حسرت
کمالِ عاشقی نے مجھکو یکتائے زماں پایا

پیہم مجھے پیالۂ مے برملا دیا
ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

اضطرابِ عاشقی پھر کارفرما ہو گیا
صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا

سادگیہائے تمنا کے مزے جاتے رہے
ہو گئے مشتاق ہم اور وہ خود آرا ہو گیا

بعد مدت کے ملے تو شرم مجھسے کس لئے
تم نئے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا

ضبط سے رازِ محبت کا چھپانا تھا محال
شوق گر پنہاں ہوا غم آشکارا ہو گیا

ہے زبانِ لکھنؤ میں رنگِ دہلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

برمیرِ ناز وہ از راہ کرم پہنچا تھا
شب عجب لطف کا ساماں بہم پہنچا تھا

شرحِ بیمہریٔ احباب کروں کیا حسرت
رنج ایسا دلِ مایوس کو کم پہنچا تھا

یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا
باوجودِ حسن تو آگاہِ رعنائی نہ تھا

عشقِ روز افزوں پہ اپنے مجھکو حیرانی نہ تھی
جلوۂ رنگیں پہ تجھکو نازِ یکتائی نہ تھا

دید کے قابل تھی میرے عشق کی بھی سادگی
جبکہ تیرا حسن سرگرمِ خود آرائی نہ تھا

کیا ہوئے وہ دن کہ محوِ آرزو تھے حسن و عشق
ربط تھا دونوں میں گو ربطِ شناسائی نہ تھا

تو نے حسرت کی عیاں تہذیبِ رسمِ عاشقی
اس سے پہلے اعتبارِ شانِ رسوائی نہ تھا

سرگرم ناز آپکی شانِ جفا ہے کیا
باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا

گرم جوشش آرزو کی ہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤنگا کہ مرا مدعا ہے کیا

آتے ہیں وہ خیال میں کیوں میرے بار بار
عشقِ خدا نما کی یہی ابتدا ہے کیا

چل بھی دیئے وہ چھین کے صبر و قرارِ دل
ہم سوچتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

نزدیک بامِ یار سے ہے نردبانِ عشق
اے دل یہ جا ہے حوصلہ ہے دیکھتا ہی کیا

میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھئے مناسب شانِ عطا ہے کیا

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیری محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا

حسرت جفائے یار کو سمجھا جو تو وفا
آئینِ اشتیاق میں یہ بھی روا ہے کیا

—

ہجوم آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا
مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا

ہر ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی پیدا ہیں
چھپائے گا کہاں تک حسن روئے مہوشاں سہرا

ہوا سے ہلتی ہیں لڑیاں کہ قربِ روئے روشن سے
دفورِ شوق میں کرنے لگا بیتابیاں سہرا

رخِ نوشاہ اگر اک گلستانِ حسن و خوبی ہے
تو اس گلشن کے حق میں ہی بہارِ بوستاں سہرا

نمایاں ہو گیا کچھ اور حسرت حسنِ یار اُس سے
نگاہِ شوق سے ناحق ہوا تھا بدگماں سہرا

—

ادا نہ ہم سے ہوا حق تیری غلامی کا
نصیبِ شوق رہا داغ ناتمامی کا

بچھی ہیں راہِ تمنا میں سینکڑوں آنکھیں
کہ ناز جلوہ کرے تیری خوش خرامی کا

حضور مجھ پہ نہ ضائع کریں عطا اپنی
کہ مستحق ہوں جفا ہائے التزامی کا

بقدرِ شوق کہاں تابِ التماس ہمیں
لکھیں جواب جو اُس نامہ گرامی کا

نہاں نہ ہو کرمِ یار میں ستم حسرت
بہت نہ کیجئے اظہار شادکامی کا

—

شرف حاصل ہے اُس جانِ جہاں سے مجھکو نسبت کا
غلامی کا سہی گر ہو نہ سکتا ہو محبت کا

گروہِ عاشقاں میں جوش ہے شوقِ زیارت کا
ترے کوچہ میں اک ہنگامہ برپا ہے محبت کا

گنہگاران اُمت سے ہے راضی داورِ محشر
کہ ان سے نام چمکے گا ترے حسنِ شفاعت کا

دیارِ عاشقی میں گرم ہے بازارِ رسوائی
جدھر دیکھو ادھر اک ڈھیر ہے جنسِ ملامت کا

یہاں تو اک نئی آباد ہے دنیا محبت کی
کوئی اندازہ کیا کرتا دلِ عاشق کی وسعت کا

ترے عشاق نے ناکام ہو کر کام جاں پایا ‎ ‎ ذریعہ تنگیٔ مایوسی بحید فراغت کا
وہ کہتے ہیں کہ یہ بیمارِ غم ہے بچ نہیں سکتا ‎ ‎ کیا ہے خوب اندازہ انہوں نے میری حالت کا
نظر کی طرح حسرت مجھکو بھی اک آہ کافی ہے ‎ ‎ "خلاصہ کسقدر میں نے کیا ہے رنج فرقت کا"

تجھسے گرویدہ اک زمانہ رہا ‎ ‎ کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا
آپ کو اب ہوئی ہے قدر وفا ‎ ‎ جب کہ میں لائق جفا نہ رہا
حسن خود ہو گیا غریب نواز ‎ ‎ عشق محتاج التجا نہ رہا
بسکہ نظارہ سوز تھا وہ جمال ‎ ‎ ہوش نظارگی بجا نہ رہا
حسن کا ناز عاشقی کا نیاز ‎ ‎ ابتو کچھ بھی وہ ماجرا نہ رہا
عشق جب شکوہ سنج حسن ہوا ‎ ‎ التجا ہو گئی گلا نہ رہا
ہم بھروسے پہ اُنکے بیٹھ رہے ‎ ‎ جب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
میرے غم کی ہوئی اُنھیں بھی خبر ‎ ‎ اب تو یہ درد لا دوا نہ رہا
جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر ‎ ‎ نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

اب دل ہی نہ وہ عیش فراوان تمنا ‎ ‎ سب لوٹ لیا یاس نے سامانِ تمنا
اب تک وہی رونق ہے سیہ خانۂ دل کی ‎ ‎ باقی ہے جو اک شمع فروزان تمنا
راضی ہیں بنے یا نہ بنے کام ہمارا ‎ ‎ ہم لوگ ہیں سرگشتہ و حیرانِ تمنا
اب عشق کو درکار ہے اک عالم حیرت ‎ ‎ کافی نہوئی وسعت میدان تمنا
آغاز کی روداد تو معلوم ہے حسرت ‎ ‎ لیکن نظر آتا نہیں پایانِ تمنا

تر گریۂ حسرت سے ہے دامان تمنا ‎ ‎ مجھ سا بھی نہو کوئی پشیمان تمنا
ناکامیٔ پیہم سے جو ٹوٹا دلِ عاشق ‎ ‎ سب چھوٹ گئے قیدی زندان تمنا
پھر تازہ ہوا جوش جنون فصل گل آئی ‎ ‎ پھر شوق ہوا سلسلہ جنبان تمنا
گلگوں نہوئیں اشک ندامت سے وہ آنکھیں ‎ ‎ بے صرفہ ہوا خون شہیدان تمنا
امید ہی امید میں رہ جائے نہ حسرت ‎ ‎ یوں ہی نہ گزر جائے یہ دوران تمنا

اس حد سے بڑھے کب ہے یہ امکان تمنا ‎ ‎ دیدار رخ یار ہے پایان تمنا

ناوک ناز چشم یار میں تھا ۔ زخم جسکا دل فگار میں تھا
فرو انہائے روزگار مین تھا ۔ دخل جسکو مزاج یار میں تھا
مجھپر اب طعن اضطراب ہے کیوں ۔ دل انھیں کے تو اختیار میں تھا
دلربائی کا اک نیا عالم ۔ اس نگاہ کرشمہ بار میں تھا
نذر جان بھی نہ تھی قبول وہان ۔ دل بیچارہ کس شمار میں تھا
درمیان ہجوم حسرت و یاس ۔ میں بھی اک گوشۂ مزار میں تھا
ہم بھی آخر ہلاک شوق ہوئے ۔ یہی دستور اس دیار میں تھا
اب نہ گل ہین نہ عندلیب نہ شور ۔ وہ جو ہنگامۂ بہار میں تھا
لوث عصیاں سے پاک تھا وہ خیال ۔ گرچہ قلب گناہگار میں تھا
سرمۂ طور میں کہاں وہ اثر ۔ دشت یثرب کے جو غبار میں تھا
آج تک بیقرار ہے حسرت ۔ کیا وہ افسون نگاہ یار میں تھا

تجھکو پاس وفا ذرا نہوا ۔ ہم سے پھر بھی ترا گلا نہ ہوا
ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی ۔ دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر ۔ ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا
تیرے اس التفات کا ہوں غلام ۔ جو ہوا بھی تو برملا نہ ہوا
مل گئی مجھکو صبر عشق کی داد ۔ وہ جو شرمندۂ جفا نہ ہوا
قانع رنج عشق تھا حسرت ۔ عیش دنیا سے آشنا نہ ہوا

پیرو عشق رہنما نہ ہوا ۔ زاہد خشک باخدا نہ ہوا
کون لاتا ترے عتاب کی تاب ۔ خیر گذری کہ سامنا نہ ہوا
تم جفاکار تھے کرم نہ کیا ۔ میں وفادار تھا خفا نہ ہوا
اس پر آسائش لقا ہے حرام ۔ جو تری راہ میں فنا نہ ہوا
لطف ساقی تھا بیدریغ مگر ۔ مجھ بلانوش کا بھلا نہ ہوا
چھڑ گئی جب جمال یار کی بات ۔ ختم تا دیر سلسلہ نہ ہوا

عشق حسرت کے سب ہوئے قائل
ایک وہ دشمن وفا نہ ہوا

لائق حزب اولیا نہ ہوا
وہ جو بیخوف ماسوا نہ ہوا

اس جفا کار سے خدا کی پناہ
جو ترا بندۂ وفا نہ ہوا

خود بخود بوئے یار پھیل گئی
کوئی منت کش صبا نہ ہوا

رہ گئی تیرے فقر عشق کی شرم
میں جو محتاج اغنیا نہ ہوا

سر ترا بار دوش ہے حسرت
راہ حق میں اگر فدا نہ ہوا

شک انہیں مجھپہ کار دانی کا
کچھ ٹھکانا ہے بد گمانی کا

اک مرقع ہے حسن شوخ ترا
کشمکش ہائے نوجوانی کا

تم جو کرتے تو ہم کو تھا کافی
اک اشارہ بھی مہربانی کا

کھل گیا تیرے جمال سے رنگ
تیرے ملبوس ارغوانی کا

مر مٹے تجھپہ ہو گیا حاصل
مدعا اپنی زندگانی کا

ناوک یار سے ہے دل میں بپا
ایک ہنگامہ شادمانی کا

سچ تو یہ ہے کہ شعر حسرت بھی
ایک گنجینہ ہے معانی کا

شوق پوشیدہ کا اظہار نہ ہونے پایا
داغ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا

دل کچھ اس ڈھب سے لئے اسنے کہ بیہوش کوئی
حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا

غلبۂ حق کا زمانے میں ہے اک شور بپا
اس پہ افسوس جو بیدار نہ ہونے پایا

شاد ماں تھا جو ترے ہیچ طرب کار سے دل
غم دنیا سے گرانبار نہ ہونے پایا

وصل میں بھی رہی بیگانگی حزم و حجاب
راستہ شوق کا ہموار نہ ہونے پایا

اس سلیقے سے کیا ذبح کہ دامن انکا
خون عشاق سے گلنار نہ ہونے پایا

ہم بھی سمجھیں گے ہوس عشق بتانکو حسرت
حل جو یہ عقدۂ دشوار نہ ہونے پایا

ہر لحظہ ہے تصور اے رشک حور تیرا
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا

فریاد غم نہیں ہے میری دعائے مضطر
اب نام بھی نہ لوں کیا میں ناصبور تیرا

دنیائے عاشقی میں ہر دم رہے مبارک
مجھکو خشوع میرا تجھکو غرور تیرا

رکھ لے مری بھی یارب شرم گنہگاری
ہے پردہ پوشِ عصیاں رحم اے غفور تیرا
کر کے وہی رہیگا جو دل میں ٹھان لی ہے
روشن ہے ہمپہ حسرتؔ عزم امور تیرا

جو راہِ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا
وہ باریابِ مقامِ کمال ہو نہ سکا
وہ جب ملے تو مجھے شادمانِ غم پایا
مرے ملال سے اُنکو ملال ہو نہ سکا
قبول سب نے وہی کی سنی جو آپ سے بات
کسی کو حوصلۂ قیل و قال ہو نہ سکا
وہ ابتدائے محبت وہ انتہا کے مزے
کہ جن میں پڑ کے خیالِ مآل ہو نہ سکا
حضورِ یار گئے بھی تو کیا ہوا حسرتؔ
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

یاس کا دل پہ کچھ اثر نہ ہوا
قصۂ شوق مختصر نہ ہوا
حُسن کو عشق سے مفر نہ ہوا
لاکھ چاہا کہ ہو مگر نہ ہوا
اشکِ پیہم سے شوقِ بیحد کا
گوشۂ آستیں بھی تر نہ ہوا
مر مٹے ہم کہ دیں وہ دادِ وفا
اور جو اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا
صرفِ عصیاں ہوا وہ لحظۂ عمر
جو تری یاد میں بسر نہ ہوا
کچھ عجب چیز ہے وہ حسنِ عفیف
جو کبھی فتنۂ نظر نہ ہوا
رہ گئی شرم بیکسی حسرتؔ
مجھ پہ احسان اہل زر نہ ہوا

لطف تو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا
دل دیوانہ کو سرگشتۂ اوہام کیا
بھر گئی نور سے تاریک شبِ منتظراں
جلوہ اس روئے نکو نے جو سرِ بام کیا
ہوس و عشق میں کچھ فرق نہ رکھا تو نے
غمزۂ خاص کو بدنام کیا عام کیا
بڑھ گئی آج امیری سے فقیری اپنی
کہ سرِ حق نے مجھے داخلِ خدام کیا
کچھ محبت بھی عجب شے ہے کہ حسرتؔ سا غیور
اور اُسے آپ نے خوگرِ دشنام کیا

دل مایوس کو گرویدۂ گفتار کر لینا
وہ اُنکا پردۂ انکار میں اقرار کر لینا
سکونِ یاس بھی ممکن نہیں اب ہم غریبوں کو
قیامت ہے کسی کا وعدۂ دیدار کر لینا
ستم سے وہ نہ باز آئے تو ہم بھی ہوا لازم
دلِ مجبور کو خوگردۂ آزار کر لینا
حصولِ رحمتِ حق کیلئے کافی ہے محشر میں
گُلِ عصیاں کو زیبِ طرۂ دستار کر لینا

یہ کیا ایذا پسندی ہی کہ حسرتؔ عشقِ جانانمیں
تجھے ہر ہر قدم آسمان کو بھی دشوار کر لینا

بجا ہے عاشقی میں ہم کو دعویٰ سرفرازی کا
کہ نکلا ہے ہمیں سے نام تیری دلنوازی کا

رہیگا حشر تک افسانہ باقی عشقبازوں میں
ہماری جانفشانی کا تمھاری بے نیازی کا

ملا منتہائے ظاہر سے میں بہم ہوں کہ باطن میں
ملا ہے سلسلہ حسنِ حقیقی سے مجازی کا

مٹا کر مجھ کو تکلیفیں مٹا دیں سب محبت کی
ادا اُس بیوفا نے کر دیا حق چارہ سازی کا

نظربازی کی حسرتؔ خوگری ہے ورنہ لوگونمیں
بہت شُہرا سنا تھا ہم نے تیری پاکبازی کا

ایمان و اتقا ہی نہیں شانِ اولیا
بے حزن و خوفِ غیر بھی ہے جانِ اولیا

اسلام بے مثال ہے اسلامِ عاشقاں
ایمانِ بے نظیر ہے ایمانِ اولیا

اسلامِ عاشقاں کی اگر ہے طلب تجھے
"اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا"

آئی ہوئی رضائے الٰہی کی ہے برات
سب کربلا میں جمع ہیں مہمان اولیا

گلگوں لباس خونِ شہادت پہن کے آج
دولہا بنے گا وہ شہ خوبانِ اولیا

روشن ہے نورِ صبر و سکون سے سوادِ شام
تابان ہے صبحِ عشق درخشانِ اولیا

زنجیر و طوقِ ظلم کا عابد کو غم نہیں
ہمرنگ بزمِ عیش ہے زندانِ اولیا

صبر و صلوٰۃ عشق سے ہیں سبکے دل قوی
ثابت قدم ہیں سارے مریدانِ اولیا

ہر سو عیاں ہے صبغۃ اللہ کی بہار
رونق پہ ہے خزاں میں بھی بستانِ اولیا

جانیں ہوئی ہیں جنکی رہِ شوق میں نثار
حاشا جو ہوں فنا وہ محبانِ اولیا

حسرتؔ حسین ابنِ علی کا ہوں میں غلام
حاصل ہے مجھکو فضلِ نمایانِ اولیا

بام پر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا
ابتو اظہارِ محبت برملا ہونے لگا

اب غریبوں پہ بھی ساقی کی نظر پڑنے لگی
بادۂ پس خوردہ ہم کو بھی عطا ہونے لگا

میری رسوائی سے شکوہ ہی یہ اُنکے حُسن کو
اب جسے دیکھو وہ میرا مبتلا ہونے لگا

کچھ نپوچھو حال کیا تھا خاطرِ بیتاب کا
ان سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

شوق کی بیتابیاں حد سے گزر جانے لگیں
وصل کی شب وا جو وہ بندِ قبا ہونے لگا

غیر سے ملکر انھیں ناحق ہوا میرا خیال
مجھسے کیا مطلب بھلا میں کیوں خفا ہونے لگا

کیا ہوا حسرت وہ تیرا ادعائے ضبطِ غم
دو ہی دن میں رنج فرقت کا گلا ہونے لگا

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں سب اُنکی محبت کے سوا

دے سکا کوئی نہ دہری کے وساوس کا جواب
تیرے وارفتۂ دیوانہ طبیعت کے سوا

کون رکھیگا ترے غم سے دل و جان کو عزیز
کچھ نہیں اور جب اس رنج میں راحت کے سوا

قول زاہد کو غلط ہم نہیں کہتے ہیں۔ مگر
اور کچھ ہو بھی شریعت میں طریقت کے سوا

حشر میں تابِ جہنم سے مفر اور کہاں
اہلِ عصیاں کو ترے سایۂ رحمت کے سوا

نورِ عرفاں کی عبث ہے دلِ زاہد میں تلاش
اور یاں خاک نہیں خواہشِ جنت کے سوا

اُس کی بات اور ہے پائیں جو ہم اُسمیں بھی مزا
آپنے تو نہ دیا کچھ بھی اذیت کے سوا

اہل ظاہر نکریں کوچۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائینگے وہاں رنج و مصیبت کے سوا

علم و حکمت کا جنھیں شوق ہوا لیکن نہ ادھر
کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تری یاد سے ہم
اسمیں ایک شانِ فراغت بھی ہے راحت کے سوا

عقل حیران ہی اے جانِ جہاں راز ترا
کون سمجھے دلِ دیوانۂ حسرت کے سوا

دیکھنا بھی تو انھیں دور سے دیکھا کرنا
شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

اک نظر بھی تری کافی تھی پئے راحت جان
کچھ بھی دشوار نہ تھا مجھکو شکیبا کرنا

شام ہو یا کہ سحر یاد انھیں کی رکھنی
دن ہو یا رات ہمیں ذکر انھیں کا کرنا

صوم زاہد کو مبارک رہے عابد کو صلوٰۃ
عاصیوں کو تری رحمت پہ بھروسا کرنا

عاشقو حسنِ جفاکار کا شکوا ہے گناہ
تم خبردار خبردار نہ ایسا کرنا

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
اُن سے ملکر بھی نہ اظہار تمنا کرنا

شکوۂ رنجی کے عوض میں نے بھی یہ خوب کیا
کیا کیا شکرِ جفا سے انھیں محجوب کیا

جانِ پر غم نے بھی الزام لگایا نہ انھیں
یاس کو خوبیٔ تقدیر سے منسوب کیا

مشترک دونوں میں ایک بات خدا نے رکھی
طالب شوق مجھے آپ کو مطلوب کیا

مال کیا شے ہے جسے آپ سے رکھیں گے دریغ
جبکہ ہمنے دل و دیں کو بھی نہ محبوب کیا

سخت محروم ادب ہے دلِ حسرت نے اگر
بیوفائی سے ترے جور کو منسوب کیا

نظر پھر نہ کی اُس پہ دل جس کا چھینا
محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینا

وہ کیا قدر جانیں دلِ عاشقاں کی
نہ عالم نہ فاضل نہ دانا نہ بینا

بہا دیں وہاں خون اپنا جہاں ہم
ترے حسن کا گرتے دیکھیں پسینا

بہار آئی سب شادماں ہیں۔ مگر ہم
یہ دن کیسے کاٹینگے بے جام و مینا

جدا جب کہ ہیں تجھ سے اے راحتِ جاں
ہمارا برابر ہے جینا نہ جینا

مٹے عیب سب عشقبازی میں حسرت
نہ بغض و حسد ہے نہ غصہ نہ کینا

ردیف ب

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں مگر منزلِ جاناں کے قریب

حشر میں اپنے گناہوں سے مجھے خوف ہو گیا
اُنکی رحمت بھی تو ہے منزلِ عصیاں کے قریب

لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری
کہیں پہنچے بھی تو اس گوشۂ داماں کے قریب

لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخر کار
کھینچ لایا ہے دل اک شاہدِ پنہاں کے قریب

وہ جو ہیں پاس تو مجلس بھی ہے اک باغ ہمیں
کامرانی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب

روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت
آستانِ شہ رزاق ہے زنداں کے قریب

صحبتِ اہلِ عشق و شغلِ شراب
تھا یہی مقتضائے عہدِ شباب

کس قدر سبز و تر ہے کشتِ خیال
گریۂ انتظار سے شاداب

غیر پر دیکھ کر کرم تیرا
ہو گئی جانِ آرزو بیتاب

عشق سے ہے کہاں روائے حسن
اس قدر اہتمامِ شرم و حجاب

جان بھی دی پیامِ شوق کے ساتھ
ہم نے کھینچا نہ انتظارِ جواب

مذہبِ عشق ہے پرستشِ حسن
ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

ہے مرے شوقِ بیکراں کا شمار
نہ تری شرمِ ناروا کا حساب

لطفِ جاناں ہے جور کی تمہید
دیکھ حسرت نہ کھا فریبِ سراب

وصل میں بھی تو وہی ہے وہی شانِ اضطراب
عیش حاصل ہو رہا ہے تیرگانِ اضطراب

شوقِ بیحد کے ارادوں سے ہے واقف نازِ حسن
شرمِ خوباں سب سمجھتی ہے زبانِ اضطراب

رحم ہے بیگانہ ہے تمکین بے پروائے دوست
کرچکے ہیں بارہا ہم امتحان اضطراب

حوصلے اب تک وہی ہیں خاطر بیتاب کے
ناتوانی میں بھی ہے باقی توانِ اضطراب

اب لیگا جلد حسرت ساحل بحرِ فنا
کشتیِ غم میں لگا ہے بادبانِ اضطراب

جان کو صبر ہے نہ دل کو ہی تاب
تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب

دانش ہر رہ کوش ہے ناکام
عشق ور کا ہے ورائے حجاب

ہجر ساقی میں گریہ سحری
خوب ہوگا بجائے شغل شراب

مرمٹیں آرزوے یار میں ہم
ہے یہی عاشقی کا لب لباب

میکدے میں ہے اک بپا حسرت
محشر نائے و نوش و چنگ و رباب

ردیف ت

جانفزا تھی کسقدر یارب ہوائے کوے دوست
بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

بیخودی میں اب نہیں کچھ امتیاز وصل و ہجر
رات دن پیش نظر ہے جلوۂ نیکوئے دوست

ہو چکی اب ہم گرفتاران فرقت کو نصیب
آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست

بنگئی محفل کی محفل اک طلسم بیخودی
چل گیا آخر فسون نرگس جادوئے دوست

شعر حسرت کو ہمنے یہ مانا کہ نازک ہیں بہت
اس سے بھی کچھ بڑھکے نازک ہے مگر خوشبوئے دوست

جو ناز حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات
سو آج تک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات

بدیہ جاکے ہوا ختم سلسلہ اس کا
چلی جو اہل خرابات میں سرور کی بات

نہ پوچھئے کہ ہوئی حسن کی عجب حالت
سنی جو پہلے پہل عشق ناصبور کی بات

ملے بھی وہ تو غرور جمال نے نہ سنی
زبان دل سے تمنائے بے شعور کی بات

وہ بے سبب ہیں خفا مجھسے کیا کہوں حسرت
مجھے تو یاد نہیں ہے کوئی قصور کی بات

آج سنکر میرے نالوں کو زرا وہ التفات
زیر لب اس نے بھی کھینچی ایک آہ التفات

کم نگاہی عشق سے ہے فرض کیش دلبری
حسن سے کیونکر ہو پھر سرزد گناہ التفات

دوستی اس فتنہ دوران کی ہے یاد دشمنی
جان برباد کرم ہے دل تباہ التفات

ہیں دل عشاق جب آگاہ رسم حسن و عشق
بیرخی ہے ادنکی ناحق عذرخواہ التفات

شوق کا حسن عقیدت دیکھنا اکثر ہوا
تیری بے پروائیوں پہ اشتباہ التفات

ہے مجھے کافی تبسم اس نگاہ ناز کا
ہو رقیبوں کو مبارک گاہ گاہ التفات

ہے دل دیوانہ حسرت ہلاک آرزو
اس طرف بھی اے ستمگر اک نگاہ التفات

مجھ کو اس جان جہان سے کیا نسبت
خار کو ضمیران سے کیا نسبت

پایۂ عرش ہے بلند مگر
آپکے آستان سے کیا نسبت

خاک یثرب کی سرفرازی کو
پستئ آسمان سے کیا نسبت

ذرۂ خاک راہ یار ہوں میں
مجھکو شوق جہاں سے کیا نسبت

لاابالی مزاج حسرت کو
فکر سود و زیان سے کیا نسبت

ردیف ث

نامرادی کا دل زار کو شکوا ہے عبث
اور کچھ اس کے سوا اُن سے تمنا ہی عبث

واقف رحم نہیں اُس شہ خوبان کی نظر
عاشقی مملکت حسن میں رسوا ہے عبث

حال دل ان سے نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
اب تو اس راز نمودار کا اخفا ہے عبث

مست غفلت ہے وہ ظالم جو نہیں بیخود عشق
ہوشیاری کا ترے دور میں دعوا ہی عبث

ہم کو اُس شوخ سے امید کرم ہے لیکن
یاس کہتی ہے کہ حسرت یہ تمنا ہے عبث

ردیف ج

رنگ یہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفل رندانہ آج

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامان وصال
جب لگا لبہائے ساقی سے لب پیمانہ آج

ہے فروغ بزم یکتائی جو وہ شمع جمال
آ گئی ہے دل میں بھی بیتابئ پروانہ آج

حسرتیں دل میں ہوئی جاتی ہیں پامال نشاط
ہے جو وہ جان تمنا رونق کاشانہ آج

غرق ہے رنگینیوں میں مستیوں سے چور چور
ہے سراپا بیخودی وہ نرگس مستانہ آج

دیکھیے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی اے حسرت نہیں محو جمال روئے یار
پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اُس پہ مشتاقانہ آج

وصل کی رات خرمی کا رواج
شوق کا آج عرش پر ہے مزاج

چھپ گئے سب ستارگان کمال | کہ عرب سے ہوا طلوع سراج
لائے ہیں عاشقان باجگزار | نذر حسرت کو آنسوؤں کا خراج

ردیف ح

اے غم عشق اے متاع فلاح | اہل دل کیوں نہوں ترے مدّاح
ہمکو صبر و سکوں نہیں درکار | دل مضطر کی بھی یہی ہے صلاح
ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے | اے تجھے خون اہل شوق مباح
غم ترا مایہ سرور قلوب | یاد ہے تیری مونس ارواح
اب کہاں ہجر یار میں حسرت | لذت اکل شام و شرب صباح

قبول ستم سے ہے انکار صالح | کروں کیوں نہ میں اسکا اقرار صالح
رضا کار ہی حق پہ رحمت خدا کی | اسی کا ہوں میں اک طلبگار صالح
بہت ہم نے دیکھے ہیں عباد فاجر | بہت ہم نے پائے ہیں فجار صالح
مصائب کی برداشت عدو جفا میں | اسی کو تو کہتے ہیں ایثار صالح
ولایت کا دعوی نہیں مجھکو لیکن | ہے اتنا کہ ہوں اک گنہگار صالح
میں بیزار ہوں عقل ساکن سے حسرت | دل مضطرب ہے مرا یار صالح

عشق میں ہیچ ہے پابندی برہاں کی صلاح | ماننا چاہیے ہمکو دل ناداں کی صلاح
دل بھی راضی ہے کہ آلودۂ فریاد نہو | ہم بھی خوش ہیں کہ یہی ہے غم پنہاں کی صلاح
جان افگار پہ طاری ہوئی رقت کیا کیا | آبلوں سے جو سنی خار مغیلاں کی صلاح
در پئے عشق رہی خاطر دشوار پسند | نہ سنی ہم نے کسی خواہش آساں کی صلاح
موسم گل میں عجب کیا ہے اگر مان گیا | شوق بیتابانہ طلب مستی پیمانہ کی صلاح
کیسے کہدوں کہ میں اب بھی نہ پیونگا حسرت | حکم ناصح تو نہیں ساقی دوراں کی صلاح

ردیف خ

خوں مجرمی سے اپنی دیکھکر تلوار سرخ | ہو گئی مارے ندامت کے جبین یار سرخ
آشکارا ہے جہاں میں ہر طرف رنگ بہار | سبز و تر ہے صحن گلشن دامن کہسار سرخ

دیکھیے کس کس کو اعزاز شہادت ہو نصیب
آج نکلا ہے بدلکر رنگ وہ عیار سرخ

اسقدر رنگیں مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج
ہو گیا سب رنگ مے سے خانۂ خمار سرخ

مل گیا حسرت شہیدان وفا کا خوں بہا
ہو گئی ہیں روتے روتے ہر دو چشم یار سرخ

ردیف د

دشوار ہے اے ملامت اے پند
ہوں اہل جنوں خرد کے پابند

شرمندۂ جور ہو نہ وہ شوخ
ارباب وفا ہیں یوں بھی خرسند

زیبائش فرق عاشقی ہے
دستار جنوں میں غم کا پیوند

سیکھا ہے کہاں سے اے لب یار
یہ شیوۂ دل کش شکر خند

مہمان فراق ہے تری یاد
جو دے ہے خیال آرزو مند

بے صبر ہوں سکوں سے کام حسرت
آئین وفا کی مجھکو سوگند

(ق)

یہ ماتم روز وصل تا کے
یہ گریۂ بیقرار تا چند

مجبور مجھکو جان کے عہد وفا کے بعد
بیمہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد

اہل رضا کی جان ہے اتنی سی یہ امید
کچھ اور بھی ہے اس ستم برملا کے بعد

محجوبیٔ سوال ہے اس چشم ناز میں
منظوریوں کا رنگ عیاں ہے حیا کے بعد

افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں
تجرید آرزو جو ہوئی التوا کے بعد

داماں صبر ہاتھ سے حسرت نہ دیجیو
گر خواہش طرب ہے ہجوم بلا کے بعد

وقف حق ہے نہیں مرید مراد
طاعت عاشقان پاک نژاد

دل پس ماندگاں ہو ناشاد
چل رہی ہے ہنوز باد مراد

بڑھ گیا حسن کا تغافل ناز
یہ ملی میرے صبر شوق کی داد

ان کو تھی میرے حال دل پہ نظر
آہ اس عہد التفات کی یاد

بڑھ گیا راہ عاشقی میں جنوں
رہ گئے صاحبان بست و کشاد

کچھ نہیں ہے تری رضا کے سوا
خواہش عاشق خجستہ نہاد

اصل اصلاح ہے وہی حسرت
جس کو سمجھے ہیں اہل جور فساد

غم سے نہیں ایک دل بھی آزاد
فریاد ز دستِ عشق فریاد

عاشق ہوئے اور مر مٹے ہم
اپنی تو یہ مختصر ہے روداد

ہوگا کیسے جان دینے میں عذر
ارشاد اور آپ کا پھر ارشاد

جان باز ہے عشقِ حسن دل بر
یہ دونوں امور ہیں خداداد

(ق)

احرار وطن پرست و حق کوش
تھا جن سے دیارِ صدق آباد

سب ہو گئے بند، ایک حسرت
باقی ہے "ابوالکلام" آزاد

انھوں نے پھیر دیا خط یوں ہیں سلام کے بعد
بڑھا کے میرا تخلص بھی میرے نام کے بعد

شراب رندوں میں آئی مہِ صیام کے بعد
بڑے تزک سے بڑی شانِ اہتمام کے بعد

ہجوم شوق میں کیوں ہو نہ اضطراب کے رنگ
کہ یاس شب ہے یقینی امید شام کے بعد

کمالِ شوق کو آتے ہیں ناتمام نظر
تمام شوق تری خواہشیں تمام کے بعد

نہ ہو ابھی، مگر آخر تو ہوگی قدر مری
کھلے گا حالِ غلام آپ پر غلام کے بعد

سرورِ بخششِ دل و جاں ہے بزم ساقی میں
بہارِ جلوۂ مینا نمودِ جام کے بعد

ہٹائیے یہ کثرت اربابِ اشتیاق کہ اب
پڑے ہیں سوچ میں حسرت وہ اذنِ عام کے بعد

ردیف ذ

کچھ درد دل سے بڑھ کے ہے دردِ جگر لذیذ
تجھ سے ملیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ

جانِ حزیں کو بھول گئی سختی فراق
کچھ اس قدر ہے گریۂ وقتِ سحر لذیذ

اشک وفائے دامن حسرت ہو لالہ رنگ
مل جائے گر نہ پا کے انھیں چشمِ تر لذیذ

نامۂ شوق کے اندر جو نہاں ہے کاغذ
ورقِ سادۂ حسرت ہے کہاں ہے کاغذ

لکھ سکا تھا جسمیں رقم خواہش دیدار کا حال
چہرۂ یار کی جانب نگراں ہے کاغذ

خط نہ لکھنے کا بنا عذر یہ نکلا حسرت
جنگ یورپ میں وہ کہتے ہیں گراں ہی کاغذ

ردیف ر

اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بار انتظار
کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں ناقبول
یا الٰہی کیا کروں میں شرمسار انتظار

راہ تیری اسقدر دیکھی کہ اے غفلت شعار   میری آنکھیں بن گئیں سرمایہ دار انتظار
اُو نیکے خط کی آرزو ہے اُنکی آمد کا خیال   کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبار انتظار
ہے دلِ مسرور حسرت اک طرب زار امید   پھونک ڈالے گر نہ اس گلشن کو نار انتظار

عشق کی روح پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر   اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر
جان کو محوِ غم بنا دل کو وفا نہاد کر   بندۂ عشق ہے تو یوں قطع رہ مراد کر
غمزۂ دل فریب کو اور بھی جا لفزا بنا   پیکر ناز حسن پر رنگ حیا زیاد کر
خرمی دو روزہ کو عشرت جاوداں نہ جان   فکر معاش سے گزر حوصلۂ معاد کر
اے کہ نجات ہند کی دل سے ہے تجھکو آرزو   ہمت سر بلند سے یاس کا انسداد کر
قول کو زید و عمر کے حد سے سوا اہم نہ جان   (ق) روشنی ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر
حق سے بعذر مصلحت وقت پہ جو کرے گریز   اس کو نہ پیشوا سمجھ اسپہ نہ اعتماد کر
غیر کی جد و جہد پر تکیہ نکر کہ ہے گناہ   کوشش ذات خاص پر ناز کر اعتماد کر

غضب ہے کہ پابند اغیار ہو کر   مسلماں رہ جائیں یوں خوار ہو کر
اٹھے ہیں جفا پیشگان مہذب   ہمارے مٹانے پر تیار رہو کر
تقاضائے غیرت یہی ہے عزیزو   کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہو کر
کہیں صلح و نرمی سے رہ جائے دیکھو   نہ یہ عقدۂ جنگ دشوار ہو کر
وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت   وفا کے ہیں طالب دلازار ہو کر

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار   دلِ وحشی ہے اور جنونِ بہار
کشمکش میں ہے کامرانیِ شوق   مجھکو ابرام ہے انھیں انکار
دلِ مایوس میں ہے نقش اُمید   یا مسافر کوئی غریب دیار
لطف کر لطف اے سراپا ناز   تجھ پہ رنگینیِ بہار نثار
دل عشاق ہیں امید کے جام   (ق) بادۂ اشتیاق کے سرشار
اے تری ذات مجمع ضدین   حسن سب نور ہے تو خو سب نار
غیر ممکن ہے ہم سے طاعت غیر   اے جفا کار اے غریب آزار

روح آزادی ہے خیال آزاد
جسم حسرت کی قید ہے بیکار

شکن غضب سے دیکھی ہے انکی جبیں پر
عجب صدمہ ہے جانِ اندوہگیں پر

کچھ آئی تو ہے ترکِ مے پر طبیعت
نہ مچلے جو رنگینیٔ ساتگیں پر

مرے گریۂ خوں کی سب لالہ کاری
نمودار ہے دامن و آستیں پر

تماشائے خوباں سے اتنا تغافل
صد افسوس اس زہدِ خلوت نشیں پر

نثار اسپہ حسرت مری جانِ حزیں
تبسم عجب ہے اس لبِ شکریں پر

چھپ نہیں سکتی چھپانے سے محبت کی نظر
پڑ ہی جاتی ہے رخِ یار پہ حسرت کی نظر

یوں نہیں گرویدہ نہیں کچھ تری صورت کی نظر
مگر اس رنگ میں جویا ہے حقیقت کی نظر

گرچہ ہے پردۂ انکار میں ہمشکلِ عتاب
پھر بھی ہے صاف نمایاں وہ اجازت کی نظر

حسن کا راز نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
چاہنے والے بھی رکھتے ہیں قیامت کی نظر

ہجر میں رہنے لگیں اور بھی کچھ یاد ہمیں
وہ مراعات کی باتیں وہ مروت کی نظر

آسرا ہم بھی لگائے ہوئے بیٹھے ہیں ترا
اس طرف بھی کوئی ہو جائے عنایت کی نظر

ہو کے غلطیدۂ خوں تجھکو مبارک حسرت
ان کی رحمت کے یہ انداز یہ رافت کی نظر

پوچھا بھی تو اسنے نہ کبھی گھر سے نکلکر
شرمندہ ہیں نالے دلِ مضطر سے نکلکر

پائی ہے جگہ پاکیٔ دامانِ نظر میں
خوشبوئے حیا نے تری چادر سے نکلکر

دیکھا جو کہیں گرم نظر بزمِ عدو میں
وہ ڈانٹ گئے مجھکو برابر سے نکلکر

پر نور کیا خوب شہیدوں کے دلوں کو
چاہت کی چمک نے ترے خنجر سے نکلکر

بن جاتی ہے دل میں خلشِ خارِ تمنا
جھنکار ترے پاؤں کے زیور سے نکلکر

کیا کریں خو سے ہیں مجبور کہ پینا ہے ضرور
ورنہ حسرت رمضان کا یہ مہینا ہے ضرور

بیخودیٔ بزمِ خرابات میں ہے وجہ سکون
اک مگر کشمکشِ ساغر و مینا ہے ضرور

شوق جسکا نہیں ممکن دلِ دانا کے بغیر
اسکے دیدار کو بھی دیدۂ بینا ہے ضرور

ترکِ مے سے ہمیں انکار نہ ہوتا لیکن
اب جو ناصح کو ہے ابرام تو پینا ہی ضرور

تیری گفتار سے پیدا ہے کہ اے حسرت زار
دل ترا دردِ محبت کا خزینہ ہے ضرور

عاشقی پیشہ ہے اے دل تو یہ بیداد نہ کر — ستم یار سے بھی شاد ہو فریاد نہ کر

دیکھ اُس جلوۂ پنہاں کی زیارت ہے محال — ہمت شوق کو بیفائدہ برباد نہ کر

بے پر و بال کہاں چھوٹ کے جائیں صیاد — ہم اسیرانِ وفا کوشش کو آزاد نہ کر

یہ بھی حسرت کوئی تدبیر سکوں ہے کیا خوب — دلِ بیتاب سے کہتے ہو انھیں یاد نہ کر

ردیف "ز"

تیرِ غم کا ہے دل نشانہ ہنوز — شیوۂ جاں ہے عاشقانہ ہنوز

دل میں اب تک ہے عیش وصل کی یاد — لب پہ ہے شوق کا ترانہ ہنوز

آہ وہ ماجرائے راز و نیاز — جس کا باقی ہے اک فسانہ ہنوز

عشق تھا باریاب خدمت حسن — ہم کو ہے یاد وہ زمانہ ہنوز

شوق کے در پہ ہیں ابھی سے ہجوم — یار ہے اندرونِ خانہ ہنوز

سرخیِ چشم یار سے ہے عیاں — اثرِ مستیِ شبانہ ہنوز

نغز گوئی کی شان میں حسرت — تیرے اشعار ہیں یگانہ ہنوز

وہ قامتِ بلند نہیں در قبائے ناز — اک سرو ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز

اس نازنین پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز — جسکو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

کیا کیا نہ آرزو کے بڑھیں دل میں حوصلے — رکھ دیں کبھی جو فرق ہوس پر وہ پائے ناز

اربابِ اشتیاق ہیں اور انتہائے شوق — حالانکہ حسنِ یار ہے اور ابتدائے ناز

ہم پر نگاہ یار سے گزرا جو تھا کبھی — ہے آج تک وہ پیش نظر ماجرائے ناز

کچھ یوں ہی اپنے حسن پہ مغرور تھا وہ شوخ — کچھ لے اڑی ہے اور بھی اُسکو ہوائے ناز

اہلِ نظر کی جان ہے جس چیز پہ نثار — اک بات ان میں اور بھی کچھ ہے سوائے ناز

پھیلی جو ان کے برق تبسم کی روشنی — لبریز نور ہو گئی یکسر فضائے ناز

حیرانِ کارِ حسن بتاں ہے زبانِ عشق — یعنی وہ مدح غمزہ کرے یا ثنائے ناز

شوق لقائے یار میں مرتے تو ہو مگر — حسرت جو نقدِ جاں بھی نہ ٹھہرے بہائے ناز

ردیف "س"

ہے غضب ہنگامۂ فصلِ بہار اب کی برس
دل پہ کاہے کو رہے گا اختیار اب کی برس

ہے جنونِ شوق ابھی سے بیقرار اب کی برس
کیا غضب ڈھائے گا طوفانِ بہار اب کی برس

فرقتِ ساقی میں ہم حسرت کشانِ بادہ سے
مل کے رویا خوب ابرِ نوبہار اب کی برس

مدتیں ترکِ محبت کو ہوئیں پھر اے عجب
یادِ یار آتی ہے کیوں بے اختیار اب کی برس

حسرتِ شوریدہ سر ہے پائمالِ اشتیاق
اس طرف بھی کر گزر اے شہسوار اب کی برس

اور تو کیا ہے ترے عاشقِ بیمار کے پاس
ایک ترا درد سو وہ بھی ہے دلِ زار کے پاس

قابلِ سیر نہیں گلشنِ دنیائے دنی
شاہدِ گل ہے جہاں خاک بسر خار کے پاس

مے پرستوں کو رہا پھر نہ کسی بات کا ہوش
بوئے مے تھی کہ عجب خانۂ خمار کے پاس

اک ترے عشق کی دولت ہے مرے پاس وہ شے
جو نہ اخیار کے ہے پاس نہ ابرار کے پاس

رشک اُس طرۂ گیسو پہ ہیں کیا کیا مجھکو
وہ لٹکتا جو پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

رحمتِ حق کیلئے عذر نہیں اور کوئی
شرمِ عصیاں کے سوا جانِ گنہگار کے پاس

کیا کیا تو نے یہ حسرت کہ دل اپنا چھوڑا
ایسے عیار ستمگار جفاکار کے پاس

بسکہ نکلی نہ کوئی جی کی ہوس
اب ہوں میں اور بیدلی کی ہوس

پھرتی رہتی ہے آدمی کو لئے
خوارِ دنیا میں آدمی کی ہوس

ان کو دیکھا ہے جب سے گرمِ عتاب
آرزو کو ہے خودکشی کی ہوس

کر سکیں بھی تو ہم فقیر ترے
نہ کریں تاجِ خسروی کی ہوس

ہجرِ ساقی کے دور میں حسرت
اب نہ مے ہے نہ میکشی کی ہوس

ردیف "ش"

پیمانِ وفا نہ کر فراموش
اے حسرتِ بیقرار خاموش

دیوانۂ حسنِ پاکدامان
ہے پردۂ دل میں عشق روپوش

اُس عشوۂ نازنیں کے جلوے
ہیں دشمنِ عقلِ مصلحت کوش

پوشیدہ سکونِ یاس میں ہے
اک محشرِ اضطراب خاموش

آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
ہم دل شدگانِ خود فراموش

سب ہیں تری انجمن میں بیہوش
نظارہ حسن کا کسے ہوش

بیہوش کیا ہے سب کو تو نے
اب جسکو خدا ئے ہوش دے ہوش

ہو جاؤ نثار حسرت عشق کے
اے دانش وائے قرار وائے ہوش

ہم آئے کہ ختم ہو گئے ہم
باقی تھے مگر ابھی لیے ہوش

ہم عرصہ حشر میں بھی حسرت
پہچان گئے انھیں نہ ہے ہوش

اک بڑی منزل پہ خوف و خطر ہے درپیش
روح کو عالمِ بالا کا سفر ہے درپیش

محفلِ حسن میں سب جمع ہیں خوبانِ جہاں
امتحانِ دلِ اربابِ نظر ہے درپیش

غم یہ تھا پہلے کہ نالوں میں نہیں کیوں تاثیر
وہ جو مضطر ہیں تو اب رنجِ اثر ہے درپیش

اب ہے کوئی کہ ہم اہلِ نظر جائیں کہاں
ہر طرف مسئلہ عقلِ بشر ہے درپیش

فکرِ دنیا کے بکھیڑے بھی غضب ہیں حسرت
ہر دم ایک مسئلہ نفع و ضرر ہے درپیش

ردیف "ص"

کیوں نہ مقبول ہو دعائے خلوص
کہ اثر خود ہے خاکِ پائے خلوص

عشق ناکام بھی نہیں ناکام
وہ جو ہو جائے رہنمائے خلوص

بے کسی ہائے عاشقی کو سلام
جن پہ قائم ہوئی بنائے خلوص

ہم ہیں عہدِ ازل سے انکے مرید
ابتدا سے ہے انتہائے خلوص

میرا ان کا معاملہ حسرت
سر بسر اک ہے ماجرائے خلوص

ردیف "ض"

کچھ نہ ابدال سے پہنچا ہے نہ اوتاد سے فیض
جسکو پہنچا ہے سو پہنچا ہے تری یاد سے فیض

لذتِ دردِ محبت ہے مری جان یہ ختم
جس نے پایا ہے ترے شیوۂ بیداد سے فیض

تیرے گیسو کی اڑا لائی تھی خوشبو جو نسیم
مجھکو پہنچا ہے اسی نکہتِ برباد سے فیض

دولتِ غم سے جو معمور ہیں عشاق کے دل
سب نے پایا ہے مری خاطرِ ناشاد سے فیض

ردیف "ط"

دل ہے غرق شادمانی جان سیراب نشاط
وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسباب نشاط

حسرتیں وقف طرب ہیں آرزو محو سرور
بخت نے کھولا ہے روئے شوق پر باب نشاط

ہیں فراہم اہل ذوق آمادہ ہے بزم طرب
اہتمام نغمہ سنجی میں ہیں ارباب نشاط

ہو گئی جوش تمنا سے مبدل بیخودی
ساز حیرت پر لگی جس وقت مضراب نشاط

کامیاب عیش بیحد ہے دل عشرت نصیب
آرزو کے سر سے گذر جائے ہو آب نشاط

ساز و سامان خرد سرمایۂ ہوش و حواس
آج لیجائے بہا کر سب کو سیلاب نشاط

رشک سے بیتاب ہے نیرنگئی دور فلک
ہوشیار اے بیخبر اے غافل خواب نشاط

ہے اسی کا نام حرمان اتم اے وصل یار
خاطر محروم حسرت کو نہیں تاب نشاط

سخت مشکل ہے عشق یار کی شرط
جان زار و دل فگار کی شرط

دیکھ لیتے ہیں اب وہ نامۂ شوق
ہے مگر پھر بھی اختصار کی شرط

بن گیا کام ہو گئی پوری
کرم یار بختیار کی شرط

کون پوری کرے تمھارے سوا
شوق بے صبر و بیقرار کی شرط

منزل عشق طے کرو حسرت
گل کی یاں شرط ہے نہ خار کی شرط

کام آئی کچھ نہ عاشق نالاں کی احتیاط
داماں کی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط

مجھ پر گدا سمجھ کے بھی کرتا نہیں نظر
دیکھے تو کوئی اس شہ خوباں کی احتیاط

لازم ہے ابتدائے محبت میں ضبط شوق
مکتوب میں ضرور ہے عنوان کی احتیاط

ان سے ملے تو پھر ہیں وہی ہم وہی شراب
وابستۂ فراق تھی پیماں کی احتیاط

حسرت میں خوش ہوں یوں کہ مرا زخم دل سے ہے
مخصوص تیر یار کے پیکاں کی احتیاط

ردیف "ظ"

نہ کر بزم ساقی میں انکار واعظ
بگڑ جائیں گے رند میخوار واعظ

نہ قائل ہوئے تھے نہ ہونگے نہ ہیں ہم
بڑھاتا ہے ناحق کو تکرار واعظ

یہ ظاہر کا سب زہد و تقوی ہے حسرت
حقیقت میں یارو نکما ہے یار واعظ

اب دل زار کا خدا حافظ
ایسے بیمار کا خدا حافظ

ہو قفس میں بھی جسکو شوق چمن — اس گرفتار کا خدا حافظ
شوقِ لرزاں کا حال ہے یوں ہی — جامِ سرشار کا خدا حافظ
پرسشِ جرمِ عشق واں ہے شروع — مجھ گنہگار کا خدا حافظ
خوابِ غفلت کے دور میں حسرت — دلِ بیدار کا خدا حافظ

ردیف "ع"

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع — الوداع اے مونس جاں الوداع
تجھ سے روشن تھا سواد ملک جاں — اے چراغ نور ایماں الوداع
اے زمان رحمت حق الفراق — اے محب اہلِ عصیاں الوداع
اے نشان شان صبر و فقر و عشق — شاہد عشاق حیراں الوداع
لذت افطار و اے لطف سحر — تم میں تھا عیش فراواں الوداع
عین راحت تجھ سے تھی تکلیف قید — اے انیس اہل زنداں الوداع
قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز — تجھ سے حسرت ہے پشیماں الوداع

ردیف "غ"

دل نہ تھا تیغ ہجر یار کا داغ — کیا ہوا آہ وہ زمان فراغ
گر نہ ہم غمزدوں پہ جور اتنا — گل نہ ہو جائے عاشقی کا چراغ
چھیڑ ناحق نہ اے نسیم بہار — سیر گل کا یہاں کسے ہے دماغ
ہم نے ڈھونڈھا بہت مگر حسرت — نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

تاقیامت رہے قائم مری سرکار کا باغ — وہ جسے کہتے ہیں سب حضرت انوار کا باغ
خاص آرام گہ حضرت وہاب شہید — شاہ رزاق کا والی شہِ ابرار کا باغ
در و دیوار سے یاں جلوہ حق کی ہے نمود — ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ
مے عرفان کی لگی رہتی ہے ہر وقت سبیل — جائے رحمت ہے یہ رندانِ قدح خوار کا باغ
ثمرِ دیں ہیں یہاں یا شجرِ طیبِ عشق — باغ بھی کون ہے یہ نور کے انبار کا باغ
اہلِ دل کہتے ہیں سر کردۂ عشاق جسے — عاشقو ہے یہ اسی قافلہ سالار کا باغ

ہدیۂ حسنِ عقیدت ہیں یہ گلہائے خلوص
نذرِ رزاق ہے حسرت مرے اشعار کا باغ

ردیف "ف"

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف
گمناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف

ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب
اس بات سے خود ہوگا وہ دشمنِ دیں واقف

تقریبِ محبت کی کیا خوب وہ تھی ساعت
جس وقت ہوا مجھ سے وہ ماہ جبیں واقف

ناکامیِ بے حد کا رہتا ہے کرم ہم پر
ہم درد کے خوگر ہیں درماں سے نہیں واقف

بیکار تو اے دولت حسرت کو نہ دے لالچ
ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

وہ تو کر دیں مرا قصور معاف
میں ہی کہتا نہیں حضور معاف

میں ہوں تیری جفا سے بھی راضی
شکوۂ عقلِ بے شعور معاف

سادگی ہم گناہ گاروں کی ہے
سب کرا لائے گی قصور معاف

ہو فرو کچھ تو انتظار کی آگ
گریۂ شوقِ ناصبور معاف

ان کے قدموں پہ گر بھی جا حسرت
یوں نہ ہوگا ترا قصور معاف

احباب سے مخصوص نہ اغیار پہ موقوف
عیشِ دو جہاں ہے کرمِ یار پہ موقوف

کر سکتے ہیں خاموش بھی ہم دین کی خدمت
یعنی یہ نہیں شورشِ اخبار پہ موقوف

قوموں کی ترقی کے ہیں کچھ اور ہی اسباب
جو ڈاک پہ موقوف نہ ہیں تار پہ موقوف

آساں نہیں اقوال سے اخراجِ نتائج
یہ بات ہے کچھ دانشِ آثار پہ موقوف

منصور کی سولی پہ نمایاں ہوئی عظمت
ہے طنطنۂ اہلِ رضا دار پہ موقوف

قوت کی جو پوچھو تو یہ ہوتی ہے ہمیشہ
اقوام میں افراد کے ایثار پہ موقوف

کیا چیز تھی حسرت غمِ جاناں کی فراغت
جس کا ہے بیاں میرے دلِ زار پہ موقوف

ردیف "ق"

وصل کی شب رواں ہے سوئے فراق
آ چلی لو ہوائیں بوئے فراق

خود ہیں وہ جانِ آرزوئے وصال
یاد ہے اُن کی آبروئے فراق

خرمیہائے وصلِ یار کے بعد
اب دکھائے خدا نہ روئے فراق

پھر افزائش سرور وصال شوق کو پھر ہے جستجوئے فراق
غلغل عہد عیش سے حسرت بڑھ گئے ہے شورہائے ہوئے فراق

تجھ سے ہے حسن و جمال دو جہاں کی رونق اے تری یاد مرے خانۂ جاں کی رونق
یاد میں اس گل رعنا کے جو نکلے آنسو بن گئے دیدۂ خونناب فشاں کی رونق
جاگزیں جب سے ہوئی تیری محبت دل میں بڑھ گئی اور بھی اس جنس گراں کی رونق
مقدم یار کی آنکھوں میں بسی ہے جو بہار قابل دید ہے چشم نگراں کی رونق
ہر طرف رندی و مستی کا نمودار ہے رنگ ہے خرابی سے خرابات مغاں کی رونق
کیا نہیں شوق شہادت کو یہ کافی اعزاز کہ مرا سر ہے ترے نوک سناں کی رونق
شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد تازہ حسرت اثر و حسنِ بیاں کی رونق

کیوں نہ ہو اپنے اشتیاق میں فرق آگیا آپ کے مذاق میں فرق
مجھ سیہ بخت کے لئے نہ رہا روز ہجر و شب فراق میں فرق
یاد رہنے لگی تری ہر دم آگیا صدمۂ فراق میں فرق
جب ملے وہ، ملی نظر سے نظر نہ پڑا حسن اتفاق میں فرق
وہ جفاکار اور وفا حسرت تیرے اب تک نہیں مذاق میں فرق

نہ سنا اس نے کچھ بیانِ فراق رہ گئے یوں نہیں کشتگانِ فراق
اک فسانہ ہے غم کا وہ بھی طویل نہ سنیں آپ داستانِ فراق
خواہش دل ہے میزبان امید وہ جو ہیں آج میہمانِ فراق
ہردم آنے سے یاد بھی تیری ہو گئی ہے مزاج دانِ فراق
کچھ خیالِ وصالِ یار کے ساتھ اور بھی بڑھ گئی ہے شانِ فراق
وہ بھی اب ہم سے ہو رہے ہیں جدا جن کی نسبت نہ تھا گمانِ فراق
کب وہ آتے ہیں دیکھیے حسرت ختم ہوتا کب زمانِ فراق

ردیف کاف (ک)

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

اکبار سُنی تھی سو مرے دل میں ہے موجود
اے جانِ تمنا تری تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو آغاز محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینیٔ تحریر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک

تھے حق پہ وہ بیشک کہ نہ ہوتے تو ہوتا
دنیا میں بپا ماتم شبیرؑ ابھی تک

گذرے بہت استاد مگر رنگ اثر میں
بے مثل ہے حسرت سخن میر ابھی تک

دل تیری طلب میں رہے بیتاب کہاں تک
اے بے خبر اے دشمن احباب کہاں تک

اب میں ہوں خنک جلوۂ مہتاب کا خواہاں
نظارۂ خورشید جہانتاب کہاں تک

ہے کب سے مہیائے عجبا گردش گردوں
بیدار ہو اے محو طرب خواب کہاں تک

ہٹنے سے رہیں شوق کی بیباک نگاہیں
شرمائے گی وہ نرگس سیراب کہاں تک

محروم ہے اب تک ترے دیدار سے حسرت
آنکھوں کی یہ پابندی آداب کہاں تک

چاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک

وہ بات بھی ممکن ہے جو دلدار ہو دلبر
جس کی کوئی صورت ہی نہیں آپ کے نزدیک

تعزیر کے لائق بھی ہے خواہش مرے دل کی
درخورد ملامت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کیا حال کہے کوئی کہ درباں کے ستم سے
آنے کی اجازت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں نہ گھاتیں ہیں نہ باتیں
کیا اب میں وہ حسرت ہی نہیں آپ کے نزدیک

[illegible]

بکھرے رخ روشن پہ جو ہیں گیسوے شب رنگ
نکلا ہے ترے حسن دل آرا کا غضب رنگ

کیا کیجیے بیان اس تن نازک کی حقیقت
خوشبو میں ہے گل بو تو لطافت میں ہے سب رنگ

سب سیکھ لیا غیر سے افسون شرارت
باقی وہ کہاں سادگی یار کا اب رنگ

دل خون ہوئے جاتے ہیں ارباب نظر کے
رکھتی ہے قیامت کا تری سرخی لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہی کیا بات
پایا ہے کسی اور سخنور نے یہ کب رنگ

عہد مستی کے اب کہاں وہ رنگ
ساغر بادہ ہے نہ کاسۂ بنگ

ایسی پھر شب نصیب ہو کہ نہ ہو
ساقی اہ دکشش کرے نہ درنگ

خوب تھا وہ زمان رسوائی
خوب تر تھی وہ عقل و عشق کی جنگ

آہ وہ شہر کا تہور کی شام
وہ لب نہر وہ کنارہ گنگ

ہیں طلب گارِ شوقِ گوناگون
حسن کے جلوہ ہائے رنگارنگ

بڑھ چلا جوش آرزو حسرت
ختم ہونے کو آئی قیدِ فرنگ

دیدنی ہیں دلِ خراب کے رنگ
آہ اُس چشمِ پُر حجاب کے رنگ

فصل گل میں پڑیں تو خوب کھلیں
خرقہ زہد پہ شراب کے رنگ

شوقِ مے دل میں لب بہ لب جو شراب
ہم پہ روشن ہیں سب جناب کے رنگ

قابلِ دید ہیں وصال کی شب
آرزوہائے کامیاب کے رنگ

مستی شوقِ یار سے ہیں عیاں
بیخودیہائے بیحساب کے رنگ

میری مایوسیوں سے ہیں پیدا
کشمکش ہائے اضطراب کے رنگ

دل کے ہاتھوں بہت رہے ہیں خراب
حسرتِ خانماں خراب کے رنگ

ردیف "ل"

از بسکہ حسنِ یار ہے خوبی سے جانِ دل
لائے کہاں سے روز کوئی ارمغانِ دل

راہِ وفا میں قہر ہوئی ظلمتِ فراق
محرومیوں نے لوٹ لیا کاروانِ دل

یک قطرہ خون بھی سینہ عشاق میں نہیں
اُس شوخ کو مگر ہے ابھی تک گمانِ دل

ٹھہرا ہے اک نگاہِ کرم پر معاملہ
اے لطفِ یار مفت ہے جنسِ گرانِ دل

ہیں خونِ آرزو سے جو سیراب داغِ یاس
ہم رنگِ نوبہار ہے حسرت خزانِ دل

قوی دل شادمان دل پارسا دل
ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل

لگا دو آگ عذرِ مصلحت کو
کہ ہے بیزار اس شے سے مرا دل

جفا کاری ہے تسلیمِ ستم بھی
نہ ہوگا تابعِ جور و جفا دل

غلط ہے قول عقلِ مصلحت کوش
نہ اس جانب کریگا اعتنا دل

لگا کر آنکھ اس جانِ جہاں سے
نہ ہوگا اب کسی سے آشنا دل

مٹے افکار گوناگوں کے جھگڑے
ترے غم کو نہ دے کیونکر دعا دل

نہ پہنچے گی کبھی کیا گوش تک
قفس سے اُڑ کے فریادِ عنادل

توانائے صداقت ہے تو ہر گز
نہ ہوگا پیرو باطل مراد ل

بڑی درگاہ کا سائل ہوں حسرت
بڑی امید ہے میری بر آد ل

ہر دل میں اک ہجوم محبت ہے آج کل
اس شوخ کی کچھ اور ہی صورت ہے آج کل

اے سحر حسن یار میں اب تجھ سے کیا کہوں
دل کا جو حال ہے تیری بدولت ہے آج کل

مستور کس حجاب میں ہے وہ جمال پاک
اہل نظر کو جس سے عقیدت ہے آج کل

ساقی سے فصل گل میں کریں کیوں سوال مے
کیا التماس کی بھی ضرورت ہے آج کل

پرتاب گڑھ میں ہمکو تری یاد کے سوا
حاصل ہر ایک شغل سے فرصت ہے آج کل

حسرت وہ سوز خاص جو ہو حاصل فراق
تیرے سخن میں اسکی بھی لذت ہے آج کل

روز محشر سایہ گستر ہے جو دامان رسولؐ
تاب دوزخ سے ہیں بے پروا غلامان رسولؐ

نور سے ایمان خالص کے منور تھا جہاں
اب کہاں سے آئے وہ عہد درخشان رسولؐ

رہنمائے گمرہاں و سرگروہ مقبلاں
عاشق و معشوق یزدان جان و جانان رسولؐ

مقتدائے سالکان و مخزن اسرار حق
بادشاہ عاشقان و گنج عرفان رسولؐ

نور چشم فاطمہؓ مہر درخشان علیؓ
غوث اعظم شاہ جیلاں۔ ماہ تابان رسولؐ

حسرت محروم ہے امیدوار التفات
اس طرف بھی اک نظر اے میر سامان رسولؐ

ردیف "م"

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لئے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

اس نازنیں نے جب سے کیا ہے وہاں قیام
گلزار بن گئی ہے زمین دکن تمام

اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورش حب وطن تمام

شیرینی نسیم ہے سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

کیا ہی شرمندہ چلے ہیں دل مجبور سے ہم
آئے تھے انکی زیارت کو بڑی دور سے ہم

اسکے غمخوار بنے کیا کہ ہوئے خود بھی خراب
کاش مانوس نہ ہوتے دلِ رنجور سے ہم

ہجر میں تیرے نہ دنیا ہی سے بیزار تھا دل
خلد میں بھی تو مخاطب نہ ہوئے حور سے ہم

ربط باہم کی ہو کیا شکل کہ آگاہ نہیں
دلِ رنجور سے تم خاطرِ مسرور سے ہم

حسرت آئیگی تسلی کو یہاں روحِ شمیم
قید ہو آئے ہیں جھانسی جو للت پور سے ہم

تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم
عجب لذتِ بیخودی تھی فراہم

سب آئے پر اک تو نہ آیا نہ آیا
ترا دیر دیکھا کیے راستا ہم

رہا بسکہ عشقِ بتاں مسلکِ دل
نجانا کسی نے کہ ہیں باخدا ہم

کہاں دل کہاں وصلِ جاناں کی خواہش
کجا وہ شہنشاہِ خوباں کجا ہم

غریبوں سے کھنچتی ہے رحمت یہ انکی
کہ ہیں بینوا اون کے حاجت روا ہم

وہ ہیں درپئے صلح پھر بھی خفا ہیں
یہ مطلب ہے انکا کریں ابتدا ہم

جہاں بٹتی ہے بادشاہی کی دولت
اسی در کے ہیں ایک حسرت گدا ہم

اس تغافل پہ بھی کرتے ہیں تجھی کو یاد ہم
کتنے ہیں مجبور دیکھو او بانیٔ بیداد ہم

عقل آپ آئی ہمیں جب ہو چکا ناکام دل
رحم کب آیا انھیں جب ہو چکے برباد ہم

ہر طرف پیشِ نظر ہے وہ جمالِ دلفریب
دیکھتے ہیں یوں بہارِ گلشنِ ایجاد ہم

قید تنہائی میں بھی تنہا نہیں اے یادِ یار
آج یہ عقدہ کھلا ہم پر کہ ہیں آزاد ہم

مار ڈالا مجھکو حسرت یوہیں جب اسنے کہا
مانتا ہوگا تجھے کرتے ہیں جو ارشاد ہم

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بیدلیٔ ہمرہاں سے ہم

اے یار دیار دیکھ کہ باوصفِ رنجِ ہجر
مسرور ہیں تری خلشِ ناتواں سے ہم

اے زہدِ خشک تیری ہدایت کے واسطے
سوغاتِ عشق لائے ہیں کوئے بتاں سے ہم

بیتابیوں سے چھپ نہ سکا حالِ آرزو
آخر بچے نہ اس نگہِ بدگماں سے ہم

پیرانہ سر بھی شوق کی ہمت بلند ہے
خواہانِ کامِ جاں ہیں جو اس نوجواں سے ہم

مایوس بھی تو کرتے نہیں تم زراہِ ناز
تنگ آ گئے ہیں کشمکشِ امتحاں سے ہم

خلوت بنیگی تیرے غمِ جاں نواز کی
لینگے یہ کام اپنے دلِ شادماں سے ہم

ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق
پھر آگئے وہیں پہ، چلے تھے جہاں سے ہم

حسرت پھر اور جا کے کریں کس کی بندگی
اچھا جو سر اُٹھائیں بھی اس آستاں سے ہم

کر دیں اُنھیں پیش نذرِ جان ہم
پھر فتنہ نہ جائیں رائگاں ہم

کر دے جو ستم ہوں تجھکو منظور
اے نخوتِ یار پھر کہاں ہم

سمجھو تو سنائیں حال دل کا
تقریرِ نظر میں بےزباں ہم

پوچھو جو کروگے تم ہمیں قتل
کہتے ہیں وہ کس ادا سے۔ ہاں ہم

اے کاش قفس میں تو نہ سنتے
افسانۂ جورِ باغباں ہم

کچھ آپ سے تو نہیں شکایت
ہیں شکوہ گزارِ آسماں ہم

کیا شوق بہار ہے کہ حسرت
کچھ رکھتے نہیں غمِ خزاں ہم

ردیف ن

کام لوں ناکامیوں سے عشق کا کہنا کروں
ہو کے واقف لطفِ غم سے رات دن رویا کروں

وصل کی شب بھی ہوئی جاتی ہے صرفِ اضطراب
اس ہجومِ آرزو کو یا الٰہی کیا کروں

مجھسے تم چھپنے لگے اچھا کیا یونہی سہی
اور جو ہیں اب پردۂ دل سے تمہیں دیکھا کروں

اسکے لطفِ بندہ پرور کا ہوں اک ادنیٰ غلام
میری کیا طاقت کہ عشقِ یار کا دعویٰ کروں

اے ستمگر مجھسے گو ترکِ وفا ممکن نہیں
میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بیجا کروں

حسرت اُس دیر آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبطِ غم کا حوصلہ پیدا کروں

آوارۂ دشتِ جستجو ہیں
ہم خانہ بدوشِ آرزو ہیں

دشوار ہے اہتمامِ تمکیں
ہمسر کہ ہلاکِ گفتگو ہیں

اس درجہ غرور ناروا ہے
مانا کہ حضور خوبرو ہیں

ناواقفِ بےثباتیِ گل
بلبل ہیں کہ محوِ رنگ و بو ہیں

ہم زخمیِ تیغِ عشق حسرت
بیگانۂ خواہشِ رفو ہیں

بدلِ لذتِ آزار کہاں سے لاؤں
اب تجھے اے ستمِ یار کہاں سے لاؤں

ہے وہاں شانِ تغافل کو جفا سے بھی گریز
التفاتِ نگہِ یار کہاں سے لاؤں

نور عنقا ہے شب ہجر کی تاریکی میں
جلوۂ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں

صحبت اہل صفا خوب ہے مانا لیکن
رونق خانۂ خمار کہاں سے لاؤں

شعر میرے بھی ہیں پر درد ولیکن حسرت
میر کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

اے تلک اے افتخار جذبۂ حب وطن
حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن

تجھ سے قائم ہے بنائے آزادی بیباک کی
تجھ سے روشن اہل اخلاص و صفا کی انجمن

سب سے پہلے تونے کی برداشت اے فرزند ہند
خدمت ہندوستاں میں کلفت قید محن

ذات تیری رہنمائے راہ آزادی ہوئی
تھے گرفتار غلامی ورنہ یاران وطن

تونے خودداری کا پھونکا اے تلک الیافسوں
یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسم کہن

ناز تیری پیروی پر حسرت آزاد کو
اے تجھے قائم رکھے تا دیر رب ذو المنن

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں
دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں

عقل صبر آزما سے کچھ نہ ہوا
شوق کی بیقراریاں نہ گئیں

دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں
شب کی اختر شماریاں نہ گئیں

ہوش یاں سد راہ علم رہا
عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں

تھے جو ہم رنگ ناز ان کے ستم
دل کی امیدواریاں نہ گئیں

حسن جب تک رہا نظارہ فروش
صبر کی شرمساریاں نہ گئیں

طرز مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیزگاریاں نہ گئیں

مرکے بھی خاک راہ یار ہوئے
اپنی الفت شعاریاں نہ گئیں

اشکباری سے سوز دل نہ مٹا
آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں

حسن کی دلفریبیاں نہ گھٹیں
عشق کی تازہ کاریاں نہ گئیں

سب نے چھوڑا تجھے مگر حسرت
درد کی غمگساریاں نہ گئیں

گرفتار محبت ہوں اسیر دام محنت ہوں
میں رسوائے جہاں آزردہ ہوں یعنی حسرت ہوں

عجب انداز ہے میرے مزاج لاابالی کا
نہ ممنون تمنا ہوں نہ مشتاق مسرت ہوں

مری بیتابیوں کا قول ہے ہم جاں تمکیں میں
نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں ہوں قدرداں اپنا
کمال خاکساری پر ہے بے پروائیاں حسرت

گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحن بستاں میں
نگاہِ یار بھی کس کس ادا سے لطف کرتی ہے
نگاہِ شوق کیونکر کامیاب شادمانی ہو
قیامت کا تعلق ہے قیامت کی محبت ہے
مجھے معلوم ہے پھر جوش الفت رخنہ ڈالیگا
الٰہی خیر میرے عہد ترک میگساری کی
اثر کا مصرعہ رنگیں پسند طبع حسرت ہے

ہمیں بھی مثل غیر ہیں کیوں مہربانیاں
حسرت ہے یادگار زمانِ جنون ہنوز
طاعت گزار ہوں دل حسرت پسند کا
رنگ بہار باغ ہے مہماں یک نفس
ٹھیرا ہے ضبط شوق یہ آکر معاملہ
حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
نہ چھیڑا ہے ہمنشیں کیفیت صہبا کے افسانے
رہا کرتے ہیں قید ہوش میں اے وائے ناکامی
نہیں آتی تو یاد انکی مہینوں تک نہیں آتی
حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترک محبت کی

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
بے زبانی ترجمان شوق بے حد ہو تو ہو

مری افتادگی بھی ہے تاج فرق عزت ہوں
تکلف برطرف بیگانۂ رسم شکایت ہوں
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

قیامت کا اثر تھا نالہ ہائے عندلیباں میں
تغافلہا ہے پیدا میں نوازش ہائے پنہاں میں
غضب کا رعب ہے اس شوخ کے حسن نگہباں میں
مرے زخموں کی گویا جان ہے تیرے نمکداں میں
ترے عہدِ تغافل میں مرے ہیجان حرماں میں
ہجوم شوق میں ہنگامۂ فصلِ بہار انگیز
قیامت ہی نہاں نکلے. تبسم ہائے پنہاں میں

اے بدگماں یہ خوب نہیں بدگمانیاں
باقی ہیں شوق یار کی اب تک نشانیاں
ناکامیاں ہیں میرے لئے کامرانیاں
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں
اس درجہ آرزو نئی بڑھ ہیں بے زبانیاں
یاد آگئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

الٰہی ترک الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں
شراب بیخودی کے مجھکو ساغر یاد آتے ہیں
وہ دشتِ خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں
مجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عیش کی — اب نظر کاہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں
التفاتِ یار تھا اک خواب آغاز وفا — سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں
تیری بےصبری ہے حسرت خامکاری کی دلیل — گریۂ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

عشق میں جان سے گذر جائیں — اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں
یہ ہمیں ہیں کہ قصرِ یار سے روز — بےخطر آکے بےخبر جائیں
جامہ زیبی نہ پوچھیے اُن کی — جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں
شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں — جو تری یاد میں گذر جائیں
دوش تک بھی بلائے جان ہیں وہ بال — جانے کیا ہوں جو تا کمر جائیں
شعر دراصل ہیں وہی حسرت — سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

قصۂ شوق کہوں درد کا افسانہ کہوں — دل ہو قابو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں
خود ہے اقرار انہیں اپنی ستمگاری کا — پھر بھی اصرار ہے مجھ سے کہ میں ایسا نہ کہوں
آپ بیٹھیں تو سہی آکے مرے پاس کبھی — کہ میں فرصت میں حدیثِ دلِ دیوانہ کہوں

ہم سے ہو پیروی حق کا سرانجام کہاں — دیکھیں اس صبح صداقت کی ہو اب شام کہاں
عشق میں صبر و سکون اے دلِ ناکام کہاں — اُس دلآرام کی خواہش ہے تو آرام کہاں
خاص تعزیر کے لائق ہے گنہگاریِ عشق — در خورِ جاں ہے تری سرزنشِ عام کہاں
پندِ ناصح وہ سنے خوفِ ملامت ہو جسے — پاسِ ناموس کہاں عاشقِ بدنام کہاں
حسرت زار ہی اور کشمکشِ یاس و امید — اب وہ بالیدگیِ شوق کا ہنگام کہاں

دیدار کی امید میں کرتا ہوں خطا میں — کس درجہ ہوں گرویدۂ اربابِ عطا میں
شاہوں کے تکبر سے بھی دبکر نہ رہا میں — کس بارگہ خاص کا آخر ہوں گدا میں
دیکھے کوئی نیرنگ محبت کے یہ نقشے — کرتے ہیں جفا آپ تو دیتا ہوں دعا میں
اغیار میں اک رشک سے برپا ہے قیامت — حالانکہ ترے پاس نہ آیا نہ گیا میں
فریاد سراپا ہے مرے شوق کی ہستی — گویا کہ ہوں اک آہِ مسلسل کی صدا میں
تعزیر کے قابل نہیں گستاخیِ ارماں — اس راہ پہ جب تو نے چلایا تو چلا میں

آزردگیٔ شوق بھی کیا شے ہے کہ حسرت
جانا نہ کسی نے وہ خفا ہیں کہ خفا ہیں

کیسے چھپاؤں رازِ غم دیدۂ تر کو کیا کروں
دل کی تپش کو کیا کروں سوزِ جگر کو کیا کروں

غم کا نہ دل میں ہو گزر، وصل کی شب ہو یوں بسر
سب یہ قبول ہے مگر خوفِ سحر کو کیا کروں

حال مرا تھا جب بتر تب تو ہوئے نہ تم خبر
بعد مرے ہوا اثر، اب میں اثر کو کیا کروں

دل کی ہوس مٹا تو دی ان کی جھلک دکھا تو دی
پر یہ کہو کہ شوق کی "بارِ دگر" کو کیا کروں

شورشِ عاشقی کہاں اور مری سادگی کہاں
حسن کو تیرے کیا کہوں اپنی نظر کو کیا کروں

حسرتِ نغز گو ترا کوئی نہ قدرداں ملا
اب یہ بتا کہ میں ترے عرضِ ہنر کو کیا کروں

ان کو دیکھوں یہ مجھ میں تاب کہاں
لے چلا ہے دلِ خراب کہاں

عارضِ بیخودی ہے رنجِ خمار
اب وہ بد مستیٔ شراب کہاں

بےمثالی کی ہے مثال وہ حسن
خوبیٔ یار کا جواب کہاں

حشر و بستارۂ ثواب کا بار
میں کہاں اور یہ عذاب کہاں

تھا جو مرغوبِ عاشقی حسرت
اب وہ ہنگامِ اضطراب کہاں

پیروِ مسلکِ تسلیم و رضا ہوتے ہیں
ہم تری راہِ محبت میں فنا ہوتے ہیں

شرم کر شرم کہ اے جذبۂ تاثیرِ وفا
تیرے ہاتھوں وہ پشیمانِ جفا ہوتے ہیں

نہ اثر آہ میں کچھ ہے نہ دعا میں تاثیر
تیر ہم جتنے چلاتے ہیں خطا ہوتے ہیں

لذتِ درد نہ کیوں اہلِ ہوس پر ہو حرام
کہ وہ کمبخت طلبگارِ دوا ہوتے ہیں

کشورِ عشق میں دنیا سے نرالا ہے رواج
کام جو بن نہ پڑیں یاں وہ روا ہوتے ہیں

جسم ہوتا ہے جدا جان سے گویا حسرت
آسماں اُن سے چھڑاتا ہے جدا ہوتے ہیں

جلوۂ یار نہ چھپ جائے سرِ بام کہیں
جلد اے حوصلۂ دید مجھے تھام کہیں

بزمِ ساقی کا یہ کیا حال ہوا میرے بعد
خم کہیں ہے تو صراحی ہے کہیں جام کہیں

آہ کہنا وہ ترا پاکے مجھے گرمِ نظر
ایسی باتوں سے نہ ہو جاؤں میں بدنام کہیں

رنجِ بیسود سے حاصل ہو یونہیں کاش نجات
مار ہی ڈالے نہیں وہ بتِ خودکام کہیں

کچھ کچھ اس راز کی ہم کو بھی خبر ہے حسرت
آپ جاتے ہیں جو روز آنہ سرِ شام کہیں

بلاکشانِ غمِ انتظار ہم بھی ہیں
خرابِ گردشِ لیل و نہار ہم بھی ہیں

فلک وقار و ملک اقتدار ہم بھی ہیں
یہ فخر ہے کہ ترے خاکسار ہم بھی ہیں

دل ہوس جو نشانہ تری نظر کا ہو
تو روحِ شوق شکاری شکار ہم بھی ہیں

اسی سے چھپتے ہیں ہوتی ہے جب پر اُنکی نظر
اگر یہی ہے تو امیدوار ہم بھی ہیں

ہمیں بھی شام سے ساقی نہیں ملی ہے شراب
ستم رسیدۂ رنجِ خمار ہم بھی ہیں

نگاہِ یار سے اظہارِ التفات ہوا
تو حالِ دل نے کہا آشکار ہم بھی ہیں

شکایت اُنکی نہ چاہو، یہی کہو حسرت
نشانۂ ستمِ روزگار ہم بھی ہیں

اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل بفحوائے جنوں
شانِ لاخوفٌ علیہم شیوۂ لایحزنون

کامیاب و کامراں ہیں شاد کام و شادماں
گرچہ دیوانے ترے ظاہر میں ہیں زار و زبوں

روشنی بخشِ دل و جاں ہو نہ کیوں اسکا خیال
جسکے جلوے کی درخشانی ہے انوار العیون

کچھ نہیں کھلتا مجھے لیجائیگا آخر کہاں
کسکی جانب ہے دلِ دیوانہ یارب رہنموں

کی بہت کچھ ہرزہ گردی اب یہ حسرت جی میں ہے
چھوڑ دوں سب آسرے اک اُنکے در کا ہو رہوں

ہجوم شوق ہے دل میں مگر خاموش رہتے ہیں
چھپایا تھا یہ تم سے راز ہمنے آج کہتے ہیں

خدا جانے یہ اپنا حال کیا ہے ہجر جاناں میں
کہ آہیں لب تک آتی ہیں نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں

خموشی کی عجب یہ گفتگو ہے وصل میں باہم
نہ کہتے ہیں وہ کچھ ہمسے نہ ہم کچھ اُن سے کہتے ہیں

نہ دکھلائے خدا دشمن کو بھی دوری کے یہ صدمے
جو ہم اُنسے بچھڑ کر آجکل مجبور سہتے ہیں

مقرر ہے ادب ٹھیرینگے لیکن کیا کریں حسرت
رہا جاتا ہے حالِ دل اگر خاموش رہتے ہیں

سب سے چھپتے ہیں چھپیں مجھ سے تو پردا نکریں
سیرِ گلشن وہ کریں شوق سے تنہا نہ کریں

دیکھیے شوقِ شہادت میں جھکی ہے گردن
آپ اسوقت ذرا پاس ہمارا نکریں

اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محوِ جفا
کچھ بھی ہو جائے مگر تیری تمنا نکریں

میں ہوں مجبور تو مجبور کی پرسش ہے ضرور
وہ مسیحا ہیں تو بیمار کو اچھا نکریں

دردِ دل اور نہ بڑھ جائے تسلی سے کہیں
آپ اس کام کا زنہار ارادا نکریں

شکوۂ جور، تقاضائے کرم، عرضِ وفا
تم جو مل جاؤ کہیں ہمکو تو کیا کیا نکریں

نورِ جاں کیلئے کیوں ہو کسی کامل کی تلاش
عشق اور حسن سے بیزار ہو۔ زنہار نہ ہو
حال کھلجائیگا بیتابیٔ دل کا حسرت

ہمنے اس بات کا شکوہ نکیا تھا نکریں
شوق جب حد سے گزر جائے تو ہوتا ہے یہی
رشک آتا ہے مجھے نور جو ہوتا ہے نثار
جان ہی سے نہ گزر جائیں کہیں اہلِ نیاز
دلِ وحشی کا کسی طرح تقاضا تو مٹے
سنکے قاصد سے مرا حال کہا تو یہ کہا
تونے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگ غزل

اک بار بس گیا جو کہیں انکی باس میں
ہم بیکسوں کا آپکو مطلق نہ ہو خیال
اللہ ری انکے حسنِ درخشاں کی گرمیاں
کیونکر کوئی سنائے انھیں شوق کی وہ بات
آخر ہمارے صدقِ وفا کا اثر کبھی
بیتابیاں نثار ہیں جس پہ نگاہ کی
حسرت ہیں وقفِ یادِ شباب و جنوں ہنوز

ان سے ملکر شکوۂ بے اعتنائی پھر کہاں
اب بھی ہیں اہلِ ہوس کے قدر دانِ شانِ حسن
سب ہماری زندگی ہی تک ہیں انکے حوصلے
شوق ہو کامل تو کیسا جورِ خوباں کا گلا
تم ہو کیسے۔ کوئی دنیا میں اگر اپنا نہیں
شرط ہے اکبار پڑ جانا تمھارے عشق میں

ہم تری صورتِ زیبا کا تماشا نکریں
ہم کبھی شکوہ کریں آپ کا چاہا نکریں
بار بار آپ انھیں شوق سے دیکھا نکریں
مشقِ بیداد میں ناحق وہ محابا نہ کریں
ورنہ ہم اور کرم یار کی پروا نہ کریں
بام پر آپ شبِ ماہ میں سویا نہ کریں
شوق سے ناز کریں وہ مگر اتنا نہ کریں
کیا کریں سر کو جو آمادۂ سودا نہ کریں
ہیں وہ بدنام کہیں ہمکو بھی رسوا نہ کریں
اب بھی کیا ہم تری یکتائی کا دعویٰ نکریں

خوشبوئے حسن برسوں رہی اس لباس میں
آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں
چھالے سے پڑ گئے ہیں زبانِ سپاس میں
جو پڑ گئی ہو کشمکشِ التماس میں
ہوگا ضرور انکے دلِ حق شناس میں
ساقی چھلک رہی ہے وہ کیا تیرے گلاس میں
اس ضعف پر بھی فرق نہیں ہے حواس میں

شاد رہ اے دل کہ یہ لطفِ جدائی پھر کہاں
لیچلا ہے ہمکو شوقِ خود نمائی پھر کہاں
ورنہ یہ ناز و غرورِ دلربائی پھر کہاں
باوفا ہم ہوں تو ہیچ بیوفائی پھر کہاں
یعنی جب یہ ہے تو فکرِ بینوائی پھر کہاں
اس طلسمِ غم سے امیدِ رہائی پھر کہاں

لوٹ لے جی بھر کے حسرت لذتِ آغازِ عشق
اُس ستمگر کا یہ رنگِ آشنائی پھر کہاں

ردیف "و"

اثرِ عشق سے نکلیں جو تمھارے آنسو
دامنِ جاں میں وہ لے لیجیے سارے آنسو

جلوۂ حسن سے رنگیں ہیں جو آنکھیں اُنکی
سرخ نکلے ہیں اسی رنگ کے مارے آنسو

دیکھکر غیر کی محفل میں اُنھیں مست شراب
نہ ہوا ضبط نکل آئے ہمارے آنسو

عالمِ حسن میں ہیں نور کی نہریں جاری
یا رواں عارضِ جاناں کے کنارے آنسو

گریۂ شوق سے تر ہیں جو تمھاری آنکھیں
بن گئے ہیں فلکِ حسن کے تارے آنسو

ہے محبت سے سروکار ہمیں بھی حسرت
چشمِ جاناں میں یہ کرتے ہیں اشارے آنسو

کسی عنوان صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو
الٰہی کیا کروں اس خاطرِ محوِ تمنا کو

نہ تھی واقف جو میرے اشتیاقِ بے نہایت سے
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اس نگاہِ بے محابا کو

وہ خوابِ ناز میں تھے اور نہ تھے اے شوقِ پابوسی
نہ تھی پستی ہمت تری اس لطفِ ایما کو

تمھیں بھی یاد ہوگا وہ زمانہ عیشِ ماضی کا
تمنا چاہتی ہے پھر اُسی لطفِ شناسا کو

بھر آئے اشک دورِ اُفتادگانِ بزمِ ساقی کے
مئے رنگیں سے خالی دیکھ کر آغوشِ مینا کو

نگاہِ شوق میں چمکا دیا ہے اور بھی ظالم
تمھارے ظلم نمایاں نے ترے حسنِ خود آرا کو

عیاں سب حال ہو جاتا ہماری بیقراری کا
وہ خود بھی دیکھ سکتے کاش اپنے نازِ یکتا کو

چھپائے سو کہیں آثار چھپتے ہیں محبت کے
نہ دو الزام میرے اضطرابِ آشکارا کو

گذاری عمر شغلِ عاشقی میں مرحبا حسرت
نہ پاس آنے دیا ہمنے بے پایانِ دنیا کو

دلجوئی اغیار سے فرصت نہیں تم کو
معلوم ہوا قدرِ محبت نہیں تم کو

مٹ جائیں گے اس شیوۂ بیباک پہ لاکھوں
مارا ہے مجھے اور ندامت نہیں تم کو

ڈرتے نہیں رسوائی عقبیٰ سے بھی حسرت
دنیا میں تو پروائے ملامت نہیں تم کو

وہ اب یہ کہتے ہیں دیکھا کرے نہ تو مجھکو
سمجھ لیا ہے جو محبوبِ آرزو نے مجھکو

خاص کر ہم چاہنے والوں سے پروا کیوں نہو
کیوں نہو اے دشمنِ اہلِ تمنا کیوں نہو

محسنِ بے مہر کو پروائے تمنا کیا ہو
جب ہو ایسا تو علاجِ دلِ شیدا کیا ہو

کثرت حسن کی یہ شان نہ دیکھی نہ سنی
برق لرزاں ہے کوئی گرم تماشا کیا ہو

بےمثالی کا ہے یہ رنگ جو باوصف حجاب
بے نقابی یہ ترا جلوۂ یکتا کیا ہو

دیکھیں ہم بھی جو ترے حسن دلآرا کی بہار
اس میں نقصان ترا اے گل رعنا کیا ہو

ہم غرض مند کہاں مرتبۂ عشق کہاں
ہم کو سمجھیں وہ ہوس کار تو بیجا کیا ہو

دلفریبی ہے تری باعثِ صد جوش و خروش
حال یہ ہو تو دل زار شکیبا کیا ہو

رات دن رہنے لگی اس ستم ایجاد کی فریاد
حسرت اب دیکھیے انجام ہمارا کیا ہو

سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو
کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

بھول جاؤں میں انہیں ہو نہیں سکتا ناصح
"آگ لگ جائیو ظالم ترے سمجھانے کو"

دیکھ لیں شمع کو تاثیر وفا کے منکر
جل بجھی خود بھی جلایا تھا جو پروانے کو

ہو کے سیراب کرم دل ہے دعا دوں ساقی
ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو

فرقتِ یار میں گھنگور اٹھی ہے جو گھٹا
اشک خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

دل یہ کہتا ہے میں ہوں درد محبت کا غلام
جس نے آباد کیا ہے مرے ویرانے کو

روح کہتی ہے مری جان ہے وہ نور جمال
کر دیا جس نے منور مرے کاشانے کو

برق کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت
"زندگی کہتے ہیں دنیا سے گزر جانے کو"

کامرانی تجھے مبارک ہو
جاودانی تجھے مبارک ہو

لے ترا غم دلوں کو وجہ سرور
شادمانی تجھے مبارک ہو

جاں فشانی مجھے نصیب رہے
دل ستانی تجھے مبارک ہو

مرقد عاشقاں پہ آخر کار
گلفشانی تجھے مبارک ہو

باہزاراں جمال و حسنِ کمال
نوجوانی تجھے مبارک ہو

ہم غریبوں کی خستہ حالی پر
مہربانی تجھے مبارک ہو

نکتہ سنجان عصر کی حسرت
قدردانی تجھے مبارک ہو

کیا حال سنائے دل رنجور کسیکو
ملنا ہی نہو جب مجھے منظور کسیکو

کیا چیز ہے اس حسن فروزاں کی تجلی
جو نار کسی کو ہے تو ہے نور کسیکو

اب صدمۂ ہجراں سے بھی ڈرتا نہیں کوئی
خاطر ہی میں لاتا نہیں از راہ تجسس
یوں بھول نہ جاتا تھا اگر مد نظر تھی

کیوں جانِ رضا جو نہ شہادت پہ فدا ہو
دل غم سے جو کہتا ہے محبت کا برا ہو
پاس آؤ تو کچھ دل کی تپش اور سوا ہو
تھے پاس تو منظورِ نظر راحتِ دل تھے
مرتا ہے کسی شوخ جفا کار پہ حسرت

سخت رنجور کر دیا ہمکو
مجھسے بگڑے ہیں وہ کہ تو نے یہ کیا
اُس نے کی ایسی اک نظر کہ خراب
آہ کہنا وہ اُنکا وصل کی شب
مار نے عشقِ یار کی حسرت

نہ سمجھے دل فریب آرزو کو
تغافل اسکو کہتے ہیں کہ اس نے
نہیں پائی تو میخانے میں اے شیخ
سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ وہ بدخو
نہ بھولا گھر کے اعدا میں بھی حسرت

پھر بھی ہے تمکو مسیحائی کا دعویٰ دیکھو
مرگِ نظارہ پہ کون اتنی خوشامد کرتا
کہنے سننے سے تو چھوڑینگے نہ وہ صحبتِ غیر
دو ہی دن میں وہ مروت ہے نہ وہ چاہ نہ پیار
ہم نہ کہتے تھے بناوٹ سے ہے سارا غصہ

پہنچی ہے یاد انکی بہت دور کسی کو
وہ شوخ وہ بے مہر وہ مغرور کسی کو
تسکین دل حسرت رنجور کسی کو

کون اوسکو نہ چاہیگا بھلا تم جسے چاہو
ایسے میں تری یاد بھی آجائے کہا ہو
ہرچند کہ تم دردِ جدائی کی دوا ہو
اب جان تمنا ہو جو تم ہم سے جدا ہو
شاید یہ فسانہ کہیں تم نے بھی سنا ہو

دل نے مجبور کر دیا ہمکو
سب میں مشہور کر دیا ہمکو
پھر بدستور کر دیا ہمکو
تو نے مجبور کر دیا ہمکو
سر بسر نور کر دیا ہمکو

نہ ہم چھوڑیں تمھاری جستجو کو
مجھے دیکھا نہ محفل میں عدو کو
جو کچھ موجود ہے لاؤں وضو کو
نہ خود مجھکو نہ میری آرزو کو
تیرے مژدہ لا تقنطو کو

مجھکو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو
اب بھی وہ روٹھے ہیں لو اور تماشا دیکھو
چال اب ہم بھی کوئی چلتے ہیں اچھا دیکھو
ہمنے پہلے ہی یہ تم سے نہ کہا تھا دیکھو
ہنسکے لو پھر وہ انہوں نے مجھے دیکھا دیکھو

مستیٔ حسن سے اپنی بھی نہیں تمکو خبر
کیا سنو عرض مری حال مرا کیا دیکھو

گھر سے ہر وقت نکل آتے ہو کھولے ہوئے بال
شام دیکھو نہ مری جان سویرا دیکھو

خانۂ جاں میں نمودار ہے اک پیکرِ نور
حسرتو آؤ رخِ یار کا جلوا دیکھو

سامنے سب کے مناسب نہیں ہم پر یہ عتاب
سر سے ڈھل جائے نہ غصہ میں دوپٹا دیکھو

دوستو ترکِ محبت کی نصیحت ہے فضول
اور نمانو تو دلِ زار کو سمجھا دیکھو

وعدۂ وصل کو ہنس ہنس کے نہ ٹالو کل پر
تمنے پھر آج نکالا وہی جھگڑا دیکھو

سر کہیں بال کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

غیر سے مل کے بھلا عذر کی حاجت کیا تھی
تمنے پھر مجھکو نہ کانٹوں میں گھسیٹا دیکھو

اب وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں ستمگر ہیں جو ہم
دل کسی اور سے کچھ روز کو بہلا دیکھو

جان کیا چیز ہے رکھینگے جسے تم سے دریغ
ہو نہ باور تو کسی دن ہمیں فرما دیکھو

ہوسِ دید مٹی ہے نہ مٹے گی حسرت
دیکھنے کے لیے چاہو انہیں جتنا دیکھو

سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ ایسے دلربا تم ہو
قیامت ہو غضب ہو قہر ہو آفت ہو کیا تم ہو

اندھیرے میں وہ آ لپٹے تھے پہلے کس کے دھوکے میں
کہ جب آخر مجھے دیکھا تو شرما کر کہا تم ہو

زمانے میں اگر کوئی نہیں اپنا تو کیا پروا
کسی سے کیا غرض مجھکو کہ میرا آسرا تم ہو

رگِ جاں سے بھی ہو نزدیک لیکن وائے محرومی
ابھی تک جانتے ہیں سب یہی تمکو جدا تم ہو

ندامت کیوں نہ ہو حسرت غرورِ پادشاہی کو
سمجھنا چاہیے تھا کس کے کوچے کے گدا تم ہو

ردیف ہ

قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ
کب دیکھیے بر آئے تمنائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہے ازبسکہ معطر (ق)
ہر ذرہ آبادی و صحرائے مدینہ

ہے بیخودیٔ عشقِ حقیقی کا شناسا
ہر دل کہ ہے مخمورِ تولائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں انس کی خوشبو
دنیائے محبت ہے کہ دنیائے مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمد کی سیاہی
تو نورِ خدا صبحِ دلارائے مدینہ

لے وہ کہ سرورِ ابدی کا ہے طلبگار
پی ساغرِ دل سے مئے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرت کہ ہے نزدیک
فرمائیں مدد سید والائے مدینہ

جن و ملک ہیں خدام درگاہ
رتبے سے تیرے ہو کون آگاہ

میں اور ولائے کفار گمراہ
استغفر اللہ - استغفر اللہ

کافی ہی ہیں تیرے سودائیوں کو
جانہائے روشن دل ہائے آگاہ

اس نازنین کی محفل میں اکدن
لے چل مجھے بھی اے شوق ہمراہ

فرقت کی شب میں کیا ہو جو حسرت
آجائے مجھ تک وہ شوخ ناگاہ

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ
میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

حال دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن
آج میں درپئے اظہار ہوں شیئاً للہ

مجھسے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی
غلبہ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ

پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے ماندن
سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ

غوث اعظم سے جو مانگو گے ملیگا حسرت
پس کہو - حاضر دربار ہوں شیئاً للہ

گھٹیگا تیرے کوچے میں وقار آہستہ آہستہ
بڑھیگا عاشقی کا اعتبار آہستہ آہستہ

جلائے شوق سے آئینۂ تصویر خاطر میں
نمایاں ہو چلا روئے نگار آہستہ آہستہ

ملا کر خاک میں مجھکو جھکی ہے شرم سے لیکن
اٹھے گی پھر وہ چشم فتنہ کار آہستہ آہستہ

اثر کچھ رہیگا وصل میں بھی رنج فرقت کا
دل مضطر کو آئیگا قرار آہستہ آہستہ

نہ آئیں گے وہ حسرت انتظار شوق میں یونہیں
گزر جائیں گے ایام بہار آہستہ آہستہ

ردیف "ی"

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے

امیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تری خوشی ہے جو سرفراز کرے

لایا ہے دل پر کتنی خرابی
اے یار تیرا حسن شرابی

پیراہن اس کا ہے سادہ رنگیں
یا عکس مے سے شیشہ گلابی

عشرت کی شب کا وہ دور آخر
نور سحر کی وہ لاجوابی

پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں
کیفیت اُن کی وہ نیم خوابی

اس قید غم پر قربان حسرت
عالی جنابی گردوں رکابی

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے
اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے

دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل
ہم نے یہ اُن کے تغافل کو سنا رکھا ہے

تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں
شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے

آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور
دل مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے

کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار
ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے

نگہ یار سے پیکان قضا کا مشتاق
دل مجبور نشانے پہ کھُلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تو نے ربط اُن سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

ہوا اس کی خطاپوشی پہ کیوں ناز گنہگاری
نشان شان رحمت بن گیا داغ سیہ کاری

وفا سے دشمنی رکھکر مرے دل کی طلبگاری
بہت مشکل ہے اس جنس گرامی کی خریداری

ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری

نہیں غم جیب و دامن کا مگر ہاں فکر ہے اتنی
نہ اُٹھیگا مرے دست جنوں سے رنج بیکاری

نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھ بیچارہ محبت کا
قسم کھانیکے قابل ہے ترے غم کی وفاداری

نہ انکو رحم آتا ہے نہ مجھسے صبر ہے ممکن
کہیں آساں ہو یارب محبت کی یہ دشواری

وفور اشک پیہم سے ہجوم شوق بیحد میں
مری آنکھوں سے ہے اک انتشار آرزو جاری

نہیں کھلتی مری نسبت تری اے حیلہ جو مرضی
کہ ہے اقرار دلجوئی نہ انکار ستمگاری

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے
مبادا ایک قلم اُٹھ جائے تہذیب وفاداری

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قید فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانۂ رنج دل آزاری

نہ دیکھے اور دل عشاق پر پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہ یار کا حسن خبرداری

یہی عالم رہا گر اس کے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں رسم و راہ ہشیاری

وہ جرم آرزو پر جس قدر چاہیں سزا دے لیں — مجھے خود خواہش تعزیر ہے ملزم ہوں اقراری
چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قید غم سے ہم — بڑی بے لطفیوں میں ابکی گذرا وقت میخواری
نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت — جزاک اللہ تری شاعری ہے یا فسونکاری

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی — اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی
دشوار ہے رندوں پر انکار کرم یکسر — اے ساقی جان پرور کچھ لطف و عنایت بھی
دل لے کے ہے دیوانہ اُس حسن گلابی کا — رنگین ہے اسی رو سے شاید غم فرقت بھی
خود عشق کی گستاخی سب تجھکو سکھا لیگی — اے حسن حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی
عشاق کے دل نازک اُس شوخ کی خو نازک — نازک اسی نسبت سے ہے کار محبت بھی
ہر چند ہے دل شیدا حریت کامل کا — منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی
ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت — پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے — تم یہ تو خوب کار پسندیدہ کر چلے
اظہار التفات کے پردے میں اور بھی — وہ عقدہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے
ہم بیخودوں سے چھپ نہ سکا راز آرزو — سب اپنے عرض حال دل و دیدہ کر چلے
تسکین اضطراب کو آئے تھے وہ مگر — بیتابیوں کی روح کو بالیدہ کر چلے
یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل کے وہ — کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

ارباب اشتیاق سے پروا نہ چاہیے — اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے
انکا ستم بھی عین کرم ہے خوا اُس کو — اس کا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیے
کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں — اس درجہ اعتبار تمنا نہ چاہیے
اخفائے عشق مد نظر ہو تو حسن سے — اظہار آرزو میں محابا نہ چاہیے
حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت — اس حسن بے مثال کو چھپنا نہ چاہیے

روشن حسن مراعات چلی جاتی ہے — ہم سے اور ان سے وہی بات چلی جاتی ہے
ہم سے ظاہر میں وہ ہر چند خفا ہیں لیکن — کوشش پرسش حالات چلی جاتی ہے
دن کو ہم ان سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے — رسم پابندی اوقات چلی جاتی ہے

اس ستمگر کو ستمگر نہیں کہتے بنتا
سعیٔ تاویلِ خیالات بہ چلی جاتی ہے

حیرتِ حسن نے مجبور کیا ہے حسرت
وصلِ جاناں کی یونہیں رات چلی جاتی ہے

توڑ کر عہدِ کرم ناآشنا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے

میرے عذرِ جرم پر مطلق نہ کیجیے التفات
بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائیے

خاطرِ محروم کو کر دیجیے محوِ الم
درپئے ایذائے جانِ مبتلا ہو جائیے

راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو از راہِ ستم
ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائیے

گر نگاہِ شوق کو محوِ تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروفِ سزا ہو جائیے

میری تحریرِ ندامت کا نہ دیجے کچھ جواب
دیکھ لیجے اور تغافل آشنا ہو جائیے

مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجے گالیاں
اور بزمِ غیر میں جانِ حیا ہو جائیے

ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا
آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پرجفا ہو جائیے

جی میں آتا ہے کہ اس شوخِ تغافل کیش سے
اب نہ ملیے پھر کبھی اور بےوفا ہو جائیے

دل سے یادِ روزگارِ عاشقی دیجے نکال
آرزوئے شوق سے ناآشنا ہو جائیے

کاوشِ دردِ جگر کی لذتوں کو بھول کر
مائلِ آرام و مشتاقِ شفا ہو جائیے

ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دلِ مایوس میں
یعنی آخر بے نیازِ مدعا ہو جائیے

بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد
اس قدر بیگانۂ عہدِ وفا ہو جائیے

ہائے ری بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر
اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے

چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے
تیرے اس طرزِ تغافل کے فدا ہو جائیے

کشمکش ہائے الم سے اب یہ حسرت جی میں ہے
چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمانِ قضا ہو جائیے

اثر تیرے تغافل کا رقیبِ کامراں تک ہے
وجودِ رشک یعنی اضطرابِ بدگماں تک ہے

ابھی دیکھی نہیں گستاخیاں جوشِ تمنا کی
تمہاری ہی نگاہِ التماس بے زباں تک ہے

چمن میں دورِ فصلِ گل ہے لیکن وائے محرومی
قیامِ بلبلِ مجبور حکمِ باغباں تک ہے

دلِ بیتاب کی بیباکیاں اُن سے یہ کہتی ہیں
ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی شوخی کہاں تک ہے

سکھا دی گی ندامت شیوۂ قدرِ وفا ان کو
یہ شانِ کج ادائی میری جانِ ناتواں تک ہے

مجھے طوفِ حرم کی آرزو کیوں ہو گذر میرا
وہی جورِ خزاں ہوگا وہی محرومیاں ہونگی
کہاں سے آئینگی نیرنگیاں ترکیبِ مومن کی
ترا ناز بھول بیٹھا مری سب نیازمندی
نہ ہے اختیار تجھ پر نہ ہے اعتبار دل پر
مجھے شکوۂ جفا کی نہیں آنے پاتی نوبت
تری بزمِ ناز ظالم ہے عجب طلسمِ حیرت
غمِ آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
تھی راحتِ حسرت کی کس درجہ فراوانی
اک میں ہوں سو کیا میں ہوں محرومِ فراغت ہوں
کس درجہ پشیماں ہے تاثیرِ وفا میری
دیکھ اے ستمِ جاناں یہ نقشِ محبت ہیں
میں اُس بتِ بدخو کی اس آن پہ مرتا ہوں
قائم ہے ترے دم سے طرزِ سخن قائم
مینوشیوں میں بیخبرِ دوجہاں رہے
اے وائے آرزوئے عنادل کی سادگی
یہ مقتضائے رابطۂ حسن و عشق تھا
سچ شبِ فراق کی مٹ جائیں سختیاں
اُن سے شبِ وصال بھی کھل کر نہ ہم ملے
دلچسپ کس قدر تھا مرا قصۂ وفا
حسرت بہ واردی میں بھی اتنا ہے لحاظ
اس نازنیں سے ہمکو جتنے گلے نہ پہنچے
دل پہ گذر گئی کچھ لب تک جبھی تو آخر

سیرِ کوئے بتاں تک ہے درِ پیرِ مغاں تک ہے
نشاطِ بلبلِ بیدل بہارِ بوستاں تک ہے
یہ لطفِ خوش بیانی حسرتِ رنگیں بیاں تک ہے

بغرورِ دلربائی بہ یقینِ دل پسندی
ترے عاشقوں کا دیکھے کوئی رنگ مستمندی
وہ ستم بھی گر کرے ہے تو بہ لطفِ ہوشمندی
کہ جہاں ہے میرے دلکو سرِ خدمت پسندی
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

میں نے غمِ ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی
اک دل ہے سو کیا دل ہے مجبورِ پریشانی
اُس شوخ پہ آتا ہے الزامِ پشیمانی
بنتے ہیں بہ دشواری مٹتے ہیں بہ آسانی
کھینچا نہ کبھی اُس نے اندوہِ پشیمانی
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگِ غزلخوانی

ہم خوش رہے کہ بندۂ پیرِ مغاں رہے
ممکن نہیں کہ جلوۂ گل جاوداں رہے
ہم بدگماں اِدھر وہ اُدھر بدگماں رہے
یوں ہیں اگر خیال ترا مہرباں رہے
تا صبح شکوہ ہائے جفا درمیاں رہے
جب تک ہوا بیاں وہ محوِ بیاں رہے
اشعار میں نسیم کا رنگِ بیاں رہے

سب دلپذیر پہنچے سب دلپسند پہنچے
آہیں بھی چند پہنچیں نالے بھی چند پہنچے

بے تابیوں نے آخر دعوائے صبر توڑا — پہنچے لبوں پہ نالے گو بند بند پہنچے
کس کو نہیں تمنا اس بزم جاں فزا کی — نزدیک ہے کہ دل بھی ہو کر سپند پہنچے
با وصف نارسائی تا ملک یاس حسرت — نالے ہمارے پہنچے اور سر بلند پہنچے

یاد ہیں سارے وہ عیش با فراغت کے مزے — دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے
وہ سراپا ناز تھا بیگانۂ رسم جفا — اور مجھے حاصل تھے لطف بے نہایت کے مزے
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے — اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
میری جانب سے نگاہ شوق کی گستاخیاں — یار کی جانب سے آغاز شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ حسن و الفت کی نرالی شوخیاں — التماس عذر و تمہید شکایت کے مزے
صحتیں لاکھوں مری بیماری غم پر نثار — جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

میں ہوں مجبور دل ہے سودائی — رخصت اے صبر اے شکیبائی
حسن کو ہے سر خود آرائی — مژدہ اے آرزوئے شیدائی
نظر افروز اہل بینش ہے — تیری پنہانیوں میں پیدائی
متحقق ہے جلوۂ رخ یار — متحیر ہے شخص بینائی
ہے وہ رنگیں ادا بشان وفا — جان محبوبی و دلآرائی
مذہب عاشقی میں ہے اے عقل — بیخودی انتہائے دانائی
اثر حسن یار سے آخر — آ گئی عشق میں بھی رعنائی
بندۂ بندگان حضرت عشق — حسرت سرفراز رسوائی

خیال یار میں بھی رنگ لطف یار پیدا ہے — یہ رنگیں ماجرا اے عشق شیریں کار پیدا ہے
ترے شیدائے دلدار کے تصور کا یہ عالم تھا — کہ چشم شوق میں اک حسن کا گلزار پیدا ہے
ترے اصرار مضطر ہیں یہاں بھی میری مایوسی — ترے اقرار آساں سے ترا انکار پیدا ہے
طریق عشق جاناں ہے جدا اگبر و مسلماں کا — یہیں سے اختلاف سبحہ و زنار پیدا ہے
وفا میری بشکل بے زبانی آشکارا تھی — ستم تیرا بہ رنگ پرسش اغیار پیدا ہے
نسیم دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرت — تجھی سے ہے کہ یہ نیرنگی گفتار پیدا ہے

رسم جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حب وطن مست خواب دیکھیے کب تک رہے

دل پہ رہا مدتوں غلبۂ یاس و ہراس
قبضۂ حزم و حجاب دیکھیے کب تک رہے

تابکجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھیے کب تک رہے

پردۂ اصلاح میں کوشش تخریب کا
خلق خدا پر عذاب دیکھیے کب تک رہے

نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بزیر نقاب دیکھیے کب تک رہے

دولت ہندوستاں قبضۂ اغیار میں
بے عدد و بے حساب دیکھیے کب تک رہے

ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزم حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے

حسرت آزاد پر جورِ غلامانِ وقت
از رہ بغض و عتاب دیکھیے کب تک رہے

کثرتِ مے التفات آموز مے نوشی نہ تھی
ورنہ خم خانے میں ساقی مجھ کو بیہوشی نہ تھی

رحم تیرا تھا بصورت سزا وار ثنا
مدح میری بر بنائے مصلحت کوشی نہ تھی

کیا ہوئے وہ دن کہ ارباب نظر کی آنکھ سے
اس سراپا ناز کو پروائے روپوشی نہ تھی

تھا حجاب انکا مری حیرت سے سرگرم کلام
تھی بظاہر خامشی در پردہ خاموشی نہ تھی

ظلم عصیاں سے مٹا حسرت نہ داغ عشق یار
اور یہ کیا تھا اگر اس کی خطا پوشی نہ تھی

عرض کرم پہ ترک جفا بھی نہ کیجیے
ایسا نہ ہو کہ آپ گلا بھی نہ کیجیے

اس بیوفا سے مصلحت شوق ہے یہی
اپنی ستم کشی کا گلا بھی نہ کیجیے

پھر کہیے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجیے

منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو
ہم پر ہجوم ناز و ادا بھی نہ کیجیے

حسرت یہ کیا ستم ہے کہ اک بت کے عشق میں
تو چاہتا ہے یاد خدا بھی نہ کیجیے

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبور حیا دیکھا ہے

یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ساعد رنگین کو کھلا دیکھا ہے

پھر اسی لطفِ ستم کوش کا مشتاق ہے دل
ہم نے جس لطف کو ہمرنگ جفا دیکھا ہے

تجھ میں کچھ بات ہے ایسی جو کسی میں نہ ملی
یوں تو اوروں سے بھی دل ہم نے لگا دیکھا ہے

دل بیتاب جو قابو میں نہیں ہے حسرت
نگہِ شوق نے کیا جانیے کیا دیکھا ہے

محبوبی و رنگینی ہیں جزو بدن تیری
سرشار محبت ہے خوشبوئے دہن تیری

مجبور وفا کر کے محروم کرم کرنا
بھولیں گی نہ یہ باتیں اے عہد شکن تیری

باطن میں وہ بیہری ظاہر میں یہ دلجوئی
ہم خوب سمجھتے ہیں ترکیب سخن تیری

غارتگر تمکیں ہے آشوب دل و دیں ہے
یہ طرز نگو تیرا یہ وضع حسن تیری

جو ہم سے چھپائی تھیں، ہم کو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پر باتیں من و عن تیری

اس شاہد رعنا کے اکرام اقامت سے
تقدیر چمک اٹھی اے ملک دکن تیری

تنہائی غربت سے مغموم نہو حسرت
کب تک نہ خبر لینگے یاران وطن تیری

ظاہر ملال رشک و رقابت نہ کیجئے
بہتر یہی ہے اُن سے شکایت نہ کیجئے

یا جوش اضطراب کو لازم نہ جانیئے
یا دل کو آشنائے محبت نہ کیجئے

مٹنے نہ پائیں رنجش باہم کی لذتیں
رفع ملال و دفع کدورت نہ کیجئے

حائل شب وصال ہے کیوں پردہ حجاب
اب اس کو درمیاں سے رخصت نہ کیجئے

فوز عظیم عشق و جنوں کو سراہیے
پروائے اہل پند و ملامت نہ کیجئے

واقف ہیں خوب آپ کی طرز جفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے

آئین دلنوازی و احسان کو دیکھیے
ہم بے دلوں پہ جور کی شدت نہ کیجئے

میں ہوں گناہ گار تو دیجیے سزا مگر
اس درجہ میرے حال سے غفلت نہ کیجئے

مجبوریوں کو صبر سے مانا نہ جائیے
اندازۂ سکون طبیعت نہ کیجئے

عذر ستم ضرور نہ تھا آپ کے لیے
حسرت کو شرمسار ندامت نہ کیجئے

کون اس نگہ ناز کے قابو میں نہیں ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے

دل ہائے پریشاں کی جو رونق ترے غم سے
اس نور کی جا خاطر یکسو میں نہیں ہے

حیف اس قدم شوق کی بیراہہ روی پہ
جو اس گل رعنا کی تگاپو میں نہیں ہے

رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اس قد دلجو میں نہیں ہے

ہے کون سی ایسی وہ ادا دلشکری کی
پنہاں جو ترے گوشۂ ابرو میں نہیں ہے

پھر بھول کہاں ہے دل گم گشتۂ حسرت
آخر جو تمہارے طرۂ گیسو میں نہیں ہے

ہنذا ایسی شورشِ غم کس دل مضطر میں ہے
جس سے جنبش ہو زمیں کو آسماں چکر میں ہے

جلوہ فرما ہے جو وہ حسن خود آرا بے نقاب
اک قیامت اور برپا عرصۂ محشر میں ہے

میرے غمخانے میں تاریکی ہے رنگِ یاس کی
جو نمایاں ہر طرف دیوار میں ہو در میں ہے

عارفوں کی روح بھی جسکے لئے ہے بیقرار
ایسی کیا شے ہی وہ ساقی جو ترے ساغر میں ہے

بزمِ دشمن میں ہمارا بیٹھنا ہے ناگوار
ہمپہ سب روشن ہے جو کچھ آپکے تیور میں ہے

کسقدر بیباک ہے در پردہ کیسی بے حجاب
وہ نظر پنہاں جو اُس چشمِ حیا پرور میں ہے

ڈھونڈھتا کیا ہے دیارِ حسن میں اے شخصِ عشق
بجز جنسِ وفا ناپید اس کشور میں ہے

مرحبا حسرت بنائی خوب تصویرِ سخن
رنگِ مومن خوشنما کس درجہ اس پیکر میں ہے

قبضۂ یثرب کا سودا دشمنوں کے سر میں ہے
اب تو انصاف اس ستم کا دستِ پیغمبر میں ہے

جورِ یورپ ہے بنا بیداریٔ اسلام کی
خیر ہے دراصل یہ باآنکہ شکلِ شر میں ہے

خاطرِ افسردہ میں باقی ہے اب تک یادِ عشق
گرمیٔ آتش ہنوز اس مشتِ خاکستر میں ہے

قلتِ افواجِ ترکی پر نہو اٹھی دلیر
ایک سے سو کیلئے کافی جو اس لشکر میں ہے

اب خدا چاہے تو حسرت جلد ہوتا ہے بلند
رایتِ حریت و حق جو کفِ انور میں ہے

دل کی جو ترکِ عشق سے حالت بدل گئی
وہ بیخودی وہ خرمیٔ بے خلل گئی

مجھکو فلک نے تجھسے چھڑایا تو کیا ہوا
کیا تیری یاد بھی مرے دل سے نکل گئی

اب دل ہے اور فراغِ محبت کی راحتیں
تشویشِ زندگانی و فکرِ اجل گئی

آہ اُس نگاہِ شوق کی مستی جو بیخبر
خوبی پہ روئے یار کے پہلے پھسل گئی

رنگینیوں کی جان ہے وہ پائے نازنین
میری نگاہِ شوق جہاں سر کے بل گئی

اچھا ہے گوشہ گیرِ قناعت ہوئے جو ہم
تکلیف ہمنشینیٔ اہلِ دول گئی

حسرت یہ دورِ جہل ہے دولت کو ہی فروغ
اب ہم سے قدر دانیٔ علم و عمل گئی

دلِ مایوس کو سرچشمۂ صدق و وفا کر دے
گدازِ غم اگر چاہے تو مجھکو باخدا کر دے

عطا ہو اُس دغا دشمن کو توفیقِ کرم یارب
نہیں تو پھر مجھی کو بے نیازِ مدعا کر دے

تقاضا کر رہا ہے اب یہ حسنِ تازہ کار اُنکا
کہ جسنے دل دیا تھا جان بھی اسپر فدا کر دے

اثر ایسا کہاں سے لاؤں یارب نالۂ دل میں
جو اس ہمدم کو بھی راز غم سے آشنا کر دے

گراں گزریگا حرف آرزو اس طبع نازک پر
نگاہ شوق اس مفہوم رنگین کو ادا کر دے

ہوا جاتا ہے نور عشق پر دود ہوس غالب
الٰہی اصل حق سے لوث باطل کو جدا کر دے

غرور حسن کی تاثیر سے ڈر ہے مجھے حسرت
کہیں ایسا نہ ہو یہ عشق کو بھی خودنما کر دے

مر کے ہم خاک راہ یار ہوئے
سرمۂ چشم اعتبار ہوئے

فکر کونین سے نجات ملی
قیدی عشق ستمگار ہوئے

ضبط غم تک ہے زندگی اپنی
مر مٹیں گے جو بیقرار ہوئے

اب نہ وہ شوق ہے نہ جوش و خروش
سب تری یاد پر نثار ہوئے

میری محرومیوں کی حد نہ رہی
تیرے احسان بے شمار ہوئے

نہ ہوا کوئی سرفرازِ کمال
جب ہوئے تیرے خاکسار ہوئے

کیوں ہے بیکار جستجو حسرت
وہ نہ ہوں گے نہ وہ دوچار ہوئے

تسکین ہو سکی نہ دل ناشکیب کی
سب ہم پہ کھل گئیں تری باتیں فریب کی

ہر وضع دلپسند ہے ہر رنگ دلپذیر
کیا بات ہے کسی کے تن جامہ زیب کی

حسن ذقن ہے روکش نور جبیں یار
ہے طرفہ ماجرا یہ بلندی نشیب کی

دل ہے ہلاک اس سخن جاں نواز کا
جاں مبتلا ہے اس نگہ دلفریب کی

یہ آج ہم سے جو چاہت چھپائی جاتی ہے
عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے

غضب ہیں آپ سے سرگوشیاں ندیموں کی
وہ بات کیا ہے جو ہم سے چھپائی جاتی ہے

وفور حسن سے ٹھہری بھی ہو جب اُن پہ نظر
یہ مجھ پہ مفت میں تہمت لگائی جاتی ہے

نہ مجھ کو اُس کی خبر ہے نہ خود اُنہیں ہے خیال
کچھ اس طرح سے محبت بڑھائی جاتی ہے

سفارش اُن سے کرے کون جان پر غم کی
کہ یہ غریب ہے ناحق ستائی جاتی ہے

دوچار ہو نظر شوق ان سے کیا حسرت
نگاہ یار تو دل میں سمائی جاتی ہے

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی

ہم رضا شیوہ ہیں تاویل ستم خود کر لیں
کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی

یہ بھی آداب محبت نے گوارا نہ کیا
ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

آہ وہ آنکھ جو ہر سمت رہی صاعقہ پاش
وہ جو مجھسے کسی عنواں ملا لی نہ گئی

ہم سے پوچھا نہ گیا نام و نشاں بھی انکا
جستجو کی کوئی تمہید اٹھائی نہ گئی

دل کو تھا حوصلۂ عرض تمنا سو انھیں
سرگزشت غم ہجراں بھی سنائی نہ گئی

غم دوری نے کشاکش تو بہت کی لیکن
یاد انکی دل حسرت سے بھلائی نہ گئی

جو وہ نظر بسر لطف عام ہو جائے
عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے

شراب شوق کی قیمت ہے نقد جان عزیز
اگر یہ باعث کیف دوام ہو جائے

رہین یاس رہیں اہل آرزو کب تک
کبھی تو آپ کا دربار عام ہو جائے

جو اور کچھ ہو تری دید کے سوا منظور
تو مجھپہ خواہش جنت حرام ہو جائے

وہ دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں یہی ہے بہت
مگر قبول ہمارا سلام ہو جائے

اگر وہ حسن دلارا کبھی ہو جلوہ فروش
فروغ نور میں گم طرف بام ہو جائے

ترے کرم پہ ہے موقوف کامرانی شوق
یہ نا تمام الٰہی تمام ہو جائے

ستم کے بعد کرم ہے جفا کے بعد عطا
ہمیں ہے بس جو یہی التزام ہو جائے

عطا ہو سوز وہ یارب جنون حسرت کو
کہ جس سے پختہ یہ سودائے خام ہو جائے

دل آرزوِ شوق کا اظہار نہ کر دے
ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرسش پیہم کی نوازش
عشاق ستمکش کو ہوسکار نہ کر دے

راضی برضا ہم ہیں بہر حال مگر ہاں
ڈر ہے کہ یہ خو تمکو ستمگار نہ کر دے

فرقت میں ہو گیا حال اگر گریۂ مضطر
جان و دل حیران کو سبکبار نہ کر دے

ہم جور پرستوں پہ گمان ترک وفا کا
یہ وہم کہیں تجھکو گنہگار نہ کر دے

سامان فراغت جو ترے پاس ہے اے دل
اکبار اسے نذر غم یار نہ کر دے

آگاہ نہیں ہیں جو ابھی ذوق ستم سے
بیتابیٔ دل ان کو خبردار نہ کر دے

ہوتا ہے برا لذت آزار کا لپکا
مرنا بھی کہیں مجھکو یہ دشوار نہ کر دے

کچھ حد بھی ہے اس شورش خاموش کی حسرت
یہ کشمکش غم تجھے بیکار نہ کر دے

روز و شب رویا کیے شام و سحر رویا کیے
بیوفائی سب سے کر کے تونے دی داد وفا
خامکاری میں بھی تیری وضعداری کا تھا ننگ
کچھ خبر ہے تجھکو اے آسودۂ خواب لحد
برق کے مرنیکا حسرت واقعہ ایسا نہیں

رونے والے تیرے تجھکو عمر بھر رویا کیے
تیری اس ہمت پہ تیرے نوحہ گر رویا کیے
یعنی ہم اس سے بھی کر کے درگزر رویا کیے
شب جو تیری یاد میں ہم تا سحر رویا کیے
کچھ نہ رہے آہ گر ہم عمر بھر رویا کیے

ہر حال میں ناشادی دل یاد رہیگی
معمورۂ عشق غم عجب دل کی ہے بستی
انکار اور اک جرعۂ صہبا سے بھی انکار
نسبت جزو و کل کی ہے یہ دنیا کے عمل میں
میں ہوں وہ رضا جو کہ طبیعت مری حسرت

پابندیٔ حرمانِ خدا داد رہیگی
ہرچند اجاڑ دل سے آباد رہیگی
ساقی یہ تری کم نگہی یاد رہیگی
اقوام کو محتاجی افراد رہیگی
ناکامیٔ جاوید سے بھی شاد رہیگی

گر وفاداری اغیار کا غوغا ہے یہی
خندۂ اہل جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
ہم بھی ہوں درپئے انکار تو کچھ دور نہیں
عین دانائی و حکمت ہے یہ نادانی دل
مذہب عشق میں گنجایش تاویل کہاں
لیچلو ہمکو جدھر جائیں گے بیچون و چرا
دیکھ لیں نور خدا دیکھنے والے حسرت

جان سے ہم بھی گزر جائینگے سوچا ہے یہی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی
کہ ترے جور نمایاں کا تقاضا ہے یہی
ہمتِ عشقِ فدا کار کا فتویٰ ہے یہی
دین پر حیف ہے گردیں کا منشا ہے یہی
مسلکِ اہلِ رضا جادۂ تقویٰ ہے یہی
یعنی اس چہرۂ انور میں چمکتا ہے یہی

مر مٹیں گے جو غم ہجر کی ایذا ہے یہی
یا ہماری ہی یہ قسمت ہے کہ محروم ہیں ہم
ہے یہ جو ایک درد محبت کی خلش ہی حسرت

اک نہ اک سوز ترے عشق میں ہونا ہے یہی
یا مگر ان کی محبت کا نتیجا ہے یہی
مقصد دل ہے یہی جان تمنا ہے یہی

وہ عرض وصل پہ بگڑے حجاب کے بدلے
اگر ہوا بھی تو الٹا اثر دعا میں ہوا
خدا کی شان فقیروں کی یاد آئی تمھیں

نگاہ ناز نے پہلو عتاب کے بدلے
سکونِ یاس ملا اضطراب کے بدلے
کرم کیا ستمِ اجتناب کے بدلے

بلا سے جان ہیں شہیدوں کو تیرے، حور و قصور
یہ کیا عذاب بلا ہے ثواب کے بدلے

فریب سب ہیں یہ آغاز عشق کے حسرت
وہ لینگے اس کرم بیحساب کے بدلے

تھا مژدہ بخششِ الٰہی
پیغام نسیم صبح گاہی

در پے ہے مرے وہ حق فراموش
ثابت ہوئی میری بیگناہی

ہے دل کی صلاحِ جان فشانی
از راہِ کمالِ خیر خواہی

کچھ ربط جمال و شوق کا حال
معلوم نہ ہو سکا کما ہی

روز و شب ہجر میں نہیں اب
کچھ فرق سپیدی و سیاہی

جاری ہے دیار عاشقی میں
محرومانِ ہلاکی و تباہی

زیبائش حسن دلبران ہے
یہ کم ہی نہیں یہ کج کلاہی ؛

از روے خلوص ہو، تو لاریب
دنیا طلبی ہے دین پناہی

دیتی ہے نگاہ یار حسرت
آگاہی راز کی گواہی

جو دور سے بھی نظر تجھ پہ بار ہا ہم کرتے
ہزار جانِ گرامی نثار ہم کرتے

کسی پہ اپنی محبت کا حال کیوں کھلتا
نظر بھی اُنپہ جو بیگانہ وار ہم کرتے

غبار راہ محبت اگر نہیں ملتا ؛
تو اس کو تاجِ سر افتخار ہم کرتے

وہ بار بار سزا جرم شوق پہ دیتے
مگر قصور وہی بار بار ہم کرتے ؛

دلوں کی دشت تمنا میں بھی فراوانی
وہ کہتے ہیں کہ کہاں تک شکار ہم کرتے

وہ وقت بھی کہیں آتا کہ عرض حال کے بعد
تری جفا پہ تجھے شرمسار ہم کرتے

ابھی سے تجھ پہ فدا ہو گئے تو غم کیا ہے
کہ یہ فہم ہے جو پایانِ کار ہم کرتے

بڑا گناہ کیا ترکِ مے سے شک میں پڑے
یقین رحمتِ آمرزگار ہم کرتے ؛

عدو سے کیوں ہیں وہ راضی نہ کچھ کھلا حسرت
کہ پھر طریق وہی اختیار ہم کرتے

تاثیر برق حسن جو انکے سخن میں تھی
اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی

واں سے نکل کے پھر نہ فراغت ہوئی نصیب
آسودگی کی جان تری انجمن میں تھی

اک رنگِ التفات بھی اُس بے رخی میں تھا
اک سادگی بھی اس نگہ سحر فن میں تھی

محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوئے دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی

کچھ دل ہی بجھ گیا ہے مرا ورنہ آج کل
کیفیت بہار کی شدت چمن میں تھی

معلوم ہو گئی مرے دل کو ز راہ شوق
وہ بات پیار کی جو ہنوز اس دہن میں تھی

غربت کی صبح میں بھی نہیں ہے وہ روشنی
جو روشنی کہ شام سواد وطن میں تھی

عیش گداز دل بھی غم عاشقی میں تھا
اک راحت لطیف بھی ضمن محن میں تھی

اچھا ہوا کہ خاطر حسرت سے ٹل گئی
ہیبت سی اک جو خطرۂ دار و رسن میں تھی

سرور دل عاشقاں ماہ خوبی
شہنشاہ خوباں ہی وہ شاہ خوبی

ترا حسن کیونکر نہ ہو جان عالم
کہ ہے دلربائی بھی ہمراہ خوبی

کوئی عاشقوں میں بھی ہمسا نہ ہوگا
وفادار خوباں۔ ہوا خواہ خوبی

ہوئے جاتے ہیں بندۂ عشق لاکھوں
تجھے ہے سطوت خوبی و جاہ خوبی

نہیں عیب کچھ ان میں اور ہو بھی حسرت
تو ہم لوگ ہیں صرف آگاہ خوبی

غم زمانہ سے دل کو فراغ باقی ہے
ہنوز انکی محبت کا داغ باقی ہے

بہت خجل ہے ترے درد سے دعا میری
یہ خوف ہے کہ نہ سن لے کہیں خدا میری

جدھر کو اب وہ چلائے وہی ہے راہ مراد
رضائے یار سے وابستہ ہے رضا میری

چھپے وہ مجھ سے تو کیا یہ بھی اک ادا ہو گئی
وہ چاہتے تھے نہ دیکھے کوئی ادا میری

کہیں وہ آکے مٹا دیں نہ انتظار کا لطف
کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری

کبھی چرا کے جو روزن سے بھی تجھے دیکھوں
تو جور کی جو سزا ہو وہی سزا میری

وصال یار کی منزل قریب ہے حسرت
ہوئی ہے آرزوئے شوق رہنما میری

میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے
اُسنے یہ بھی تو نہ پوچھا تری حالت کیا ہے

جسکی ذلت میں بھی عزت ہے سزا میں بھی مزا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ محبت کیا ہے

رند مے نوش کبھی، صوفی صافی ہے کبھی
حسرت آخر یہ ترا رنگ طبیعت کیا ہے

جان کر پے دوست رواں ہو گئی
بیخبر کون و مکاں ہو گئی

یاس ہے مایوس کہ چشم امید
پھر تری جانب نگراں ہو گئی

دلبری حسن ترے عہد میں
فتنۂ ہر پیر و جوان ہو گئی

ہم سے تھی مخصوص۔ پر اب وہ نظر
مایۂ نازِ دگراں ہو گئی

جسم کی تکلیف ترے شوق میں
میرے لئے راحت جاں ہو گئی

موت سے پوری ہوئی شرط وفا
پر نہ کہا تم نے کہ ہاں ہو گئی

ضبط سے حسرت نہ چھپا راز غم
حالت دل صاف عیاں ہو گئی

ضیائے مہر ہے نور قمر ہے
جمال یار ہر سو جلوہ گر ہے

چلے ہیں چھوڑنے کو سر کہاں ہم
کہ اس در تک بھلا کس کا گزر ہے

دل مضطر کو ڈھونڈو اس گلی میں
وہیں ہوگا کہیں موجود اگر ہے

وظیفے سب چھٹے اک نام تیرا
دعائے شام ہے ورد سحر ہے

بظاہر بے خبر ہے عقل حسرت
حقیقت میں اسے سب کچھ خبر ہے

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

باہزاراں اضطراب و صدہزاراں اشتیاق
تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے

بار بار اٹھنا اسی جانب نگاہ شوق کا
اور ترا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے

تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بیباک ہو جانا مرا
اور ترا دانتوں میں وہ انگلی دبانا یاد ہے

کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونا دفعتاً
اور دوپٹے سے ترا وہ منھ چھپانا یاد ہے

جان کر سوتا تجھے وہ قصد پابوسی مرا
اور ترا ٹھکرا کے سر وہ مسکرانا یاد ہے

جب سوا میرے تمھارا کوئی دیوانہ نہ تھا
سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کارخانہ یاد ہے

غیر کی نظروں سے بچکر سب کی مرضی کے خلاف
وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے

آ گیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکر فراق
وہ ترا رو رو کے مجھکو بھی رلانا یاد ہے

دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کیلئے
وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے

آج تک نظروں میں ہے وہ صحبت راز و نیاز
اپنا جانا یاد ہے تیرا بلانا یاد ہے

میٹھی میٹھی چھیڑ کر باتیں نرالی پیار کی
ذکر دشمن کا وہ باتوں میں اڑانا یاد ہے

دیکھنا مجھکو جو برگشتہ تو سو سو ناز سے
جب منا لینا تو پھر خود روٹھ جانا یاد ہے

چوری چوری ہم سے تم آکر ملے تھے جس جگہ
مدتیں گزریں پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے

باوجودِ ادعائے اتقا حسرت مجھے
آج تک عہدِ ہوس کا وہ فسانا یاد ہے

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے
مشتاقِ دید اور بھی للچا کے رہ گئے

گم کردہ راہِ عشق فنا کیوں نہ ہو گیا
احسان جو اٹھائے خضر و مسیحا کے رہ گئے

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے

ملنے کی ان سے ایک بھی صورت نہ بن پڑی
سائے سے مستوے دل دانا کے رہ گئے

ٹوکا جو بزمِ غیر سے آتے ہوئے انھیں
کہتے بنا نہ کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے

بیباک تھا نہ سکا مرا اضطرابِ شوق
شرما کے وہ کبھی کبھی جھنجھلا کے رہ گئے

کیا دل میں آ گئی جو زراہ کمالِ رحم
دعوی وہ میرے قتل کا فرما کے رہ گئے

پہلے تو خون میرا بہایا خوشی خوشی
پھر کیا وہ خود ہی سوچ کے پچھتا کے رہ گئے

دعوائے عاشقی ہے تو حسرت کرو نباہ
یہ کیا کہ ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

حور و غلماں پہ کیوں فدا ہوتے
اہلِ ظاہر جو پارسا ہوتے

کچھ بھی ہوتا جو اختیار اپنا
تجھ سے کاہے کو ہم جدا ہوتے

شوق کو اتقا سے کیا نسبت
رند ہوتے نہ ہم تو کیا ہوتے

کس قدر سہل ہے حصولِ لقا
دیر لگتی نہیں فنا ہوتے

حالِ دل ان سے کیوں کہا حسرت
تم نہ کہتے تو وہ خفا ہوتے

آپ نے قدر کچھ نہ کی دل کی
اڑ گئی مفت میں ہنسی دل کی

خو ہے از بسکہ عاشقی دل کی
غم سے وابستہ ہے خوشی دل کی

یاد ہر حال میں رہے وہ مجھے
الغرض بات رہ گئی دل کی

مل چکی ہم کو ان سے دادِ وفا
جو نہیں جانتے لگی دل کی

چین سے محوِ خوابِ ناز ہیں وہ
بیکلی ہم نے دیکھ لی دل کی

ہمہ تن صرف ہوشیاریٔ عشق
کچھ عجب شے ہے بیخودی دل کی

ان سے کچھ تو ملا وہ غم ہی سہی
آبرو کچھ تو رہ گئی دل کی

وہ جو بگڑے رقیب سے حسرت
اور بھی بات بن گئی دل کی

نشانہ ستم بے حساب رہنے دے
خراب حالِ وفا کو خراب رہنے دے

نہ چھیڑ دیکھ انہیں محو خواب رہنے دے
خدا کے واسطے اے اضطراب رہنے دے

شتاب کار محبت ہوں میں نہیں معلوم
کہ چین سے انھیں کب تک حجاب رہنے دے

ہزار عشق تری چشم نیم وا پہ نثار
نہ ڈال مجھ پہ یہ افسونِ خواب رہنے دے

بڑے عذاب میں ہے جانِ میکشاں ساقی
نہیں شراب تو ذکرِ شراب رہنے دے

تجھے یہ کس نے سکھائی فریب حسن کی بات
کہ اہلِ شوق کو ناکامیاب رہنے دے

میں چاہتا تو بہت ہوں کہ چپ ہوں حسرت
پہ جب یہ خاطرِ بے صبر و تاب رہنے دے

مجھ کو مغلوب آن وا ایں نکرے
یوں بھی وہ امتحان کہیں نکرے

جو بگڑنے میں بھی بنے وہ حسیں
فکرِ آرائشِ جبیں نکرے

اور پھر کس سے ہو جو گریہ خون
قدرِ دامان و آستیں نکرے

ربط ہے غیر سے ضرور تمہیں
کوئی کب تک بھلا یقیں نکرے

لذتِ عاشقی ہے اس پہ حرام
جو ترے غم کو دل نشیں نکرے

غرق مے کون ہے وہ میرے سوا
جو کسی حال میں نہیں نکرے

ستم اتنا نہ کر کہ خو یہ کمین
صبر حسرت کو نکتہ چیں نکرے

مستی کے پھر آگئے زمانے
آباد ہوئے شراب خانے

ہر پھول بہ چمن میں زر بکف ہے
بانٹے ہیں بہار نے خزانے

کر دونگا میں ہر ولی کو میخوار
توفیق جو دی مجھے خدا نے

ہم نے تو نثار کر دیا دل
اب جانے وہ شوخ یا نجانے

ایسا تو ہوا کہ ہیں وہ نادم
اتنا تو کیا مری وفا نے

مسکن ہے قفس میں بلبلوں کا
ویران پڑے ہیں آشیانے

اب دل ہے نہ عاشقی کے چرچے
سب خواب وہ ہو گئے فسانے

باقی نہ رہا وہ غم کا سامان
جاری نہ رہے وہ کارخانے

اب کاہے کو آئیں گے وہ حسرت
آغازِ جنوں کے پھر زمانے

خیالِ یار جو مصروفِ کار ہوتا ہے
قرار بخشِ دلِ بیقرار ہوتا ہے

نگاہِ اہلِ تمنا سے اونکی محفل میں
خمارِ بیخبری آشکار ہوتا ہے

جنوں میں عقدۂ حیرانیٔ نظر سے کھلا
خیالِ محوِ تماشائے یار ہوتا ہے

وہی قلوب جو حرماں نصیب ہوتے ہیں
اونہیں میں شوقِ ترا بیشمار ہوتا ہے

سکونِ شوق کی صورت نکل چکی حسرت
کہ دل کے ساتھ جگر بھی فگار ہوتا ہے

اوس محوِ تغافل کی جفا میرے لیئے ہے
صد شکر کہ اتنا تو روا میرے لیئے ہے

دشمن کے مٹانے سے مٹا ہوں نہ مٹونگا
اور یوں تو میں فانی ہوں فنا میرے لیئے ہی

پاکر مجھے بیکس تری رحمت یہ پکاری
یہ بندۂ بے برگ و نوا میرے لیئے ہے

دعوت میں تری میں بھی ہوں معلوم ہے لیکن
کیا غیر کی خاطر سے ہے کیا میرے لیئے ہے

اوروں پہ نوازش میں جو بیباک ہے حسرت
قسمت سے وہ مجبورِ حیا میرے لیئے ہے

تیرا کرم جورِ تمنا میرے لیئے ہے
یہ درد کہ ہے جان دوا میرے لیئے ہے

میں اپنی مصیبت پہ ہوں نازاں کہ وہ خوش ہیں
مجھ سے کہ یہ پابندِ بلا میرے لیئے ہے

غیروں سے کبھی ہے اُنھیں نفرت کبھی الفت
ان دونوں سے اک بات جدا میرے لیئے ہے

ایسا تو نہ ہوگا کہ نہ پہنچوں ترے در تک
جب تیری کشش راہ نما میرے لیئے ہے

دیکھا تو کہا مجھ کو غمِ یار نے حسرت
یہ سوختۂ بے سر و پا میرے لیئے ہے

نظارۂ پیہم کا صلا میرے لیئے ہے
ہر سمت وہ رخ جلوہ نما میرے لیئے ہے

زنہار اگر اہلِ ہوس تجھ پہ فدا ہوں
یہ مرتبۂ صدق و صفا میرے لیئے ہے

بلکہ میں رضا کار مہیائے فنا ہوں
آوازۂ حق بانگِ درا میرے لیئے ہے

خوشنودیٔ فجار کے پیرو ہیں یزیدی
تقلیدِ شہِ کرب و بلا میرے لیئے ہے

محروم ہوں مجبور ہوں بیتاب بے تواں ہوں
مخصوص ترے غم کا مزا میرے لیئے ہی

مرجاؤنگا میخانے سے نکلا جو کبھی میں
نظارۂ مے روح فزا میرے لیئے ہی

تشخیصِ طبیباں پہ ہنسی آتی ہے حسرت
یہ دردِ جگر ہے کہ دوا میرے لیئے ہی

دل غم اپنی وا آن کی خو نکرے
اس سے تیری ہی آرزو نکرے
صبر اب نام کو بھی دل میں نہیں
نگہِ یار جستجو نکرے
تیری خوشبو کے بعد روح مری
گل جنت بھی ہو تو بو نکرے
مجھ میں تاب جمال یار کہاں
شوق اُنہیں میرے روبرو نکرے
جان حسرت کی ہجر میں تسکین
اور پھر کس سے ہو جو تو نکرے

عشق اے کیمیائے بہروزی
وے سبیل سعادت اندوزی
فکر دنیا سے دل رہا آزاد
اے ترا غم رہے مجھے روزی
دل میں ہے تری آرزو، کہ نسیم
اک چمن میں وزاں ہے نوروزی
مل گیا نور عاشقی سے ہمیں
طرفہ سرمایۂ دل افروزی
کھل کے ہم سے کبھی وہ مل نہ سکے
باوجود کمالِ دل سوزی
لو اور اُس نازنین سے عرض وصال
اے دل ایسی بھی کیا بدآموزی
اُن سے حسرت ملے جو حکم شکست
اُس کو سمجھو نوید فیروزی

دام گیسو میں ترے اک دل ناشاد بھی ہے
اے مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے
کیسے کہدوں اسے بیگانۂ الفت کہ وہ شوخ
ظلم کرتا ہے مگر مائلِ فریاد بھی ہے
کوئے جاناں کی نہ مرغوب ہو کیوں دلکو ہوا
آخر اُس زلف کی نکہت کہیں برباد بھی ہے
کچھ مرے دل ہی سے مخصوص نہیں لذتِ غم
خوش اسی حال میں جو ہر بھی ہے آزاد بھی ہے
لطفِ ظاہر پہ نہیں اُس کے نہ جانا حسرت
کہ وہ عیار جفاجو ستم ایجاد بھی ہے

عشق میں خوف جان سے درگزرے
ہمنے ٹھانی جو دل میں کر گزرے
زندگی اپنی ہو کے اُن سے جدا
سخت گزرے گی اب اگر گزرے
شام فرقت کٹے نہ ہجر کی رات
صبح گزرے نہ دوپہر گزرے
زندگی ہے اسی کا نام تو ہم
ایسی درماندگی سے درگزرے
ان سے اظہارِ شوق کون کرے
جان ہی سے کوئی مگر گزرے
خدمت بے نیاز جاناں میں
کیوں مرے حال کی خبر گزرے

ان کے قدموں پہ رکھدیا سر شوق
ہم یہ کیا بیخودی میں کر گزرے

منتظر ہے متاع جان حسرت
کہ ادھر بھی وہ فتنہ گر گزرے

زمانہ فصلِ گل آیا نسیم مشکبار آئی
دلوں کو مژدہ ہو پھر جوش ہستی کی بہار آئی

پھلا پھولا ہے گلزار یا رب حسن خوباں کا
مجھے اس باغ کے ہر پھول سے خوشبوئے یار آئی

سر پر شور بھی ایک بار تھا جس کو مری گردن
ترے کوچے میں آج اے فتنۂ دوراں اتار آئی

تری محفل سے ہم آئے مگر با حال زار آئے
تماشا کامیاب آیا تمنا بیقرار آئی

جو انکے حسن سے بھی بڑھ گئی ہو بیقراری میں
تڑپ ایسی کہاں سے عشق میں پروردگار آئی

یہ کیا اندھیر ہے اے دشمنِ اہل وفا تجھ سے
ہوس نے کام جاں پایا محبت شرمسار آئی

بجا ہیں کوششیں ترک محبت کی مگر حسرت
جو پھر بھی دلنوازی پر وہ چشم سحر کار آئی

شب فرقت میں یاد اس بیخبر کی بار بار آئی
بھلانا ہم نے بھی چاہا مگر بے اختیار آئی

ترے فیض کرم سے دین کے دریا میں جوش آیا
ترے یمن قدم سے باغ ایماں میں بہار آئی

تری محفل سے اے پیر مغاں عاشق اکثر
مشیخت نے نواز آئی فضیلت مے گسار آئی

امیدیں تجھسے تھیں وابستہ لاکھوں آرزو لیکن
بہت ہو کر تری درگاہ سے بے اعتبار آئی

الٰہی رنگ یہ کب تک رہیگا ہجر جاناں میں
کہ روز بیدلی گزرا تو شام انتظار آئی

تری بے اعتنائی کو یہ آخر کیا خیال آیا
جو میری پرسش غم کو بچشم اشکبار آئی

نہ ہاتھ آیا بجز رنج و بلا کچھ عشق حسرت کو
دیار حسن کی آب و ہوا ناسازگار آئی

چھپ کے اس نے جو خودنمائی کی
انتہا تھی یہ دلربائی کی

مائل غمزہ ہے وہ چشم سیاہ
اب نہیں خیر پارسائی کی

دام سے انکے چھوٹنا تو کہاں
یاں ہوس بھی نہیں رہائی کی

ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں شان ہے لڑائی کی

اس تغافل شعار سے حسرت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

دیگئی کام عزم شوق کی تاثیر مجھے
مہرباں مجھپہ ہوئے ہیں کہ وہ دلگیر مجھے

خانۂ جاں میں رکھوں سب کی نظر سے پنہاں
کہیں مل جائے اگر آپکی تصویر مجھے

اک نگاہِ ہوس انگیز کا ملزم ہوں ضرور
اس کی منظور ہے جو دیجیے تعزیر مجھے

حسن و خواہش کی رعایت سے ملی ہیں کیا خوب
طبعِ مسرور تجھے خاطرِ دل گیر مجھے

کاٹ لوں اپنا گلا آپ کہ جھگڑا ہو تمام
کاش مل جائے کہیں آپ کی شمشیر مجھے

دیکھ رہتی ہیں اُسے شوق کی آنکھیں ہر دم
اک ملی تھی جو کبھی آپ کی تحریر مجھے

خوب ہے فیصلۂ عشق، مبارک حسرت
نغمۂ عیش انھیں نالۂ شبگیر مجھے

بیجا ہے فصلِ گل میں اے دل یہ بے خروشی
مستانہ کیوں نہ گزرے ہنگامِ بادہ نوشی

مےخانہ بند رکھا رندانِ بےخبر کو
پیرِ مغاں نے یوں کی رندوں کی پردہ پوشی

دیدار کی طلب میں حد سے گزر چلی ہے
اپنی امیدواری ان کی بہانہ کوشی

افسانہ ہو گئی ہے دنیائے مغفرت میں
تیری عطا شعاری میری خطا فروشی

یوں کرتے ہیں جفا وہ اہلِ وفا پہ حسرت
رسمِ ستم ہے گویا آئینِ حق نیوشی

کون یہ دستِ بہ شمشیر نظر آتا ہے
مجھ کو اک عالمِ تصویر نظر آتا ہے

جلوۂ حسن سے رنگین دلِ پُر داغ مرا
شوق کے ہند میں کشمیر نظر آتا ہے

ولولے دل کے ترے غم کا ادب کیوں نہ کریں
اک جوانوں میں یہی پیر نظر آتا ہے

غیر سے ہنس کے وہ بولے مجھے پا کر بیباک
آج یہ طالبِ تعزیر نظر آتا ہے

پاس کا بار نہ اس بزمِ طرب میں شاید
حسرت اس درجہ جو دلگیر نظر آتا ہے

شورِ طفلاں چاہیے لے عشق سودائی مجھے
کیوں پسند آنے لگی صحرا کی تنہائی مجھے

اب تقاضا ہے یہ اُس حسنِ تماشا دوست کا
ہر نظر دیکھا کرے بن کر تماشائی مجھے

اور بھی حسرت وہ دکھ دینے لگے ہیں محوِ ناز
جب سے جانا ہے انھوں نے اپنا شیدائی مجھے

گھِر کے آخر آج برسی ہے گھٹا برسات کی
میکدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی

موجبِ شور و سرور و باعثِ عیش و نشاط
تازگی بخشِ دل و جاں ہے ہوا برسات کی

شام سرما دلربا تھی صبح گرما خوشنما
دلربا تر خوشنما تر ہے فضا برسات کی

گرمی و سردی کے مٹ جاتے ہیں سب جیسے مرض
لال لال اک ایسی نکلی ہے دوا برسات کی

لازم و ملزوم ہیں ابرِ تر و دامانِ تر
درخورِ رحمت ہے حسرت یہ خطا برسات کی

مراد آرزو ہے مایۂ ناز تمنا ہے
دل مجبور کو شکوا ہے تیری کج ادائی کا
نہ ہے تقدیر میری جاں نثاری پر ہے ناز اسکو
تمھارے شیوۂ لطف و ستم سے خوب واقف ہیں
گرفتار وفا رکھنے کی چالیں ہیں سمجھ حسرت

جہاں جاؤ جہانِ عشق میں اک شور برپا ہے
نہ چھپتا مجھسے تو کاہیکو راز عاشقی کھلتا
بہت پچھتائیگا دیکھہ لے دل ناکردہ کار آخر
چھڑاتا ہے سپہر کینہ ور مجبور جاتے ہیں
بہت کچھہ ضبطِ غم کے بعد نالے لب تک آئے ہیں
وہ ہنس دیتے ہیں اکثر دیکھکر گرم نظر مجھکو
وہ حسرت اب یہ کہتے ہیں کہ تجھسے کیا ملے کوئی

نہ وہ راتوں کا آنا ہے نہ وہ دن کا بلانا ہے
کوئی قصہ کہانی کہکے چاہ اپنی جتانی ہے
کسی دن صاف صاف انکار ہی کردیں تو بہتر ہے
انھیں اندازہ ہے مطلوب میری بیقراری کا
خفا ہم ان سے خود رہتے تھے اکدن وہ بھی تھی حسرت

جذبۂ شوق کدھر کو لیے جاتا ہے مجھے
التفاتِ نگہِ یار کے لائق میں کہاں
مرمٹا آپ پہ کون آپ نے یہ بھی نہ سنا
قوتِ عشق بھی کیا شے ہے کہ ہوکر مایوس
مجھسے بیکار وہ ظاہر میں خفا ہیں حسرت
پایا کہیں جو شکوہ گزار جفا مجھے

مرے دل سے کوئی پوچھے کہ تو اے فتنہ گر کیا ہے
وہ شکوہ جس سے تسلیم و رضا کی شان پیدا ہے
نہ ہے قسمت غرور یار سرگرم تماشا ہے
بہت کچھہ ہمنے دیکھا ہے بہت کچھہ ہمنے سمجھا ہے
وہ دلداری جو پھر کرتے ہیں یہ بھی ایک دہوکا ہے

جدھر دیکھو تمھارے حُسنِ روز افزوں کا چرچا ہے
انھیں باتوں سے میں رسوا ہوں ظالم تو بھی رسوا ہے
غضب مایوسیاں ہونگی محبت میں ابھی کیا ہے
جدائی ورنہ کس کو جانِ من تیری گوارا ہے
ہماری بیقراری کی شکایت اُن کو بیجا ہے
غرض یہ ہے کہ روشن ہمپہ سارا حال تیرا ہے
وہی قصے وہی جھگڑے وہی رونا رلانا ہے

خفا ہوکر انھیں مدِ نظر میرا ستانا ہے
کسی دن حال دل دھوکے میں تمکو بھی سناتا ہے
یونہیں منظور انھیں گر ربطِ باہم کا گھٹانا ہے
نظر کو شوقِ بیباکی ہے گھونگھٹ کا بہانا ہے
وہ ہمسے بے سبب روٹھے ہیں یہ بھی اک زمانا ہے

پردہ راز سے کیا تمنے پکارا ہے مجھے
مجھسے بیگانہ رہیں وہ یہی اچھا ہے مجھے
آپ کی جان سے دور آپ سے شکوا ہے مجھے
جب کبھی گرنے لگا ہوں میں سنبھالا ہے مجھے
جب میں چاہونگا منالوں گا یہ دعوا ہے مجھے

بولے وہ ہنسکے آپ نے یہ کیا کہا مجھے

نزدیک ہے کہ انکے تغافل سے ہار کر
کرنی پڑے عتاب کی بھی التجا مجھے

منشائے نازِ یار یہی ہے کہ عمر بھر
رکھے نیاز مند مجھے مبتلا مجھے

افسردگی کے رنگ یہی ہیں تو ایکدن
پھر دردِ دل کی مانگنی ہوگی دعا مجھے

لاتی ہے شوقِ یار کی خوشبو کہیں سے روز
دیوانہ کر نہ دے کہیں بادِ صبا مجھے

حسرتؔ میں کیا بتاؤں کہ بھاتی ہے کسقدر
شہر و دیارِ یار کی آب و ہوا مجھے

ہونا پڑے جو آپ کے در سے جدا مجھے
دنیا میں اُس گھڑی کو نہ رکھے خدا مجھے

کیا کہیے عرض حال پہ ہنسکر جو وہ کہیں
دیکھو انھیں! یہ دینگے فریبِ وفا مجھے

افسوس کی ہے جا کہ عدو چاہے اور تمہیں!
کرنا پڑے تمھارے ستم کا گلا مجھے

ایمانِ جاں ہے اُس بتِ کافر کی آرزو
جسنے کیا ہے مخزنِ صدق و صفا مجھے

اقرارِ وصل جس میں کیا تھا حضور نے
اب تک وہ یاد ہے سخنِ دلکشا مجھے

بھولے سے وہ ادھر بھی جو آنکلے تھے کہیں
اُس دن کا بھولتا ہی نہیں ماجرا مجھے

حسرتؔ یہ کسکے حسنِ محبت کا ہے کمال
کہتے ہیں سب جو شاعرِ رنگیں نوا مجھے

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے

ہر نغمے نے انھیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انھیں کی سنائی صدا مجھے

ہر بات میں انھیں کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انھیں کی رضا مجھے

رہتا ہوں غرق انکے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

رکھیں نہ مجھ پہ ترکِ محبت کی تہمتیں
جسکا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

بیگانۂ ادب کئے دیتی ہے کیا کروں
اس محوِ ناز کی نگہہ آشنا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرتؔ ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھکے ہے زہرِ فنا مجھے

خلوص اب ہم وہ لا سکینگے کہاں سے
نکل کر حلقۂ پیرِ مغاں سے

تمنا کو یہ ڈر ہے، انکے آگے
نکل جائے نہ کچھ میری زباں سے

بڑھیگی اور ابھی اے شاہِ خوباں
تری خوبی مرے حسنِ بیاں سے

محبت ہو گئی ہے جھکتے جھکتے
جبینِ شوق کو اس آستاں سے

وہی حسرت کو ہے اب عاشقی سے | جو نسبت گرد کو ہو کارواں سے
وہ کیوں بگڑے مرے شورِ فغاں سے | شکایت اُن سے تھی یا آسماں سے
ہمیں اُنکا خیال ۔ اللہ اکبر | کہانتک تھا کہانتک ہے کہاں سے
کہاں تک پا گئی عشقِ نظر کو | شکایت ہو نہ حُسنِ بدگماں سے
کہیں اُنکے تصور کی بلندی | گزر جائے نہ حدِ لامکاں سے
کسی پر مِٹ کے رہ جانا ہی حسرت | ہمیں کیا کام عمرِ جاوداں سے

میانِ یاس شوق آیا کہاں سے | نہ ہوں وہ بدگماں مجھ نیم جاں سے
ابھی شوقِ شہادت نے کوئی حرف | نکلا ابھی نہ تھا میری زباں سے (ق)
کہ وہ بولے بھلا نسبت ہی کیا ہے | ترے سر کو مری تیغِ رواں سے
چلے ہیں پھر وہیں فکرِ بتاں میں | ابھی ہم آکے بیٹھے کوئے بتاں سے
وہ لب ہیں آج پھر صرفِ تبسم | پناہ اس التفاتِ شادماں سے
لیا کرتی ہے درسِ عشق حسرت | سخن سنجی مرے طرزِ بیاں سے

لبِ یار شکر فشاں ہو رہا ہے | شکارِ دلِ دوستاں ہو رہا ہے
جو تھا دردِ دل میں وہ اب تو بجاں ہے | کہاں سے یہ ظالم کہاں ہو رہا ہے
بہت آج وہ مہرباں ہو رہے ہیں | مرے ضبط کا امتحاں ہو رہا ہے
حسینوں پہ جانیں فدا ہو رہی ہیں | وفا وعدۂ عاشقاں ہو رہا ہے
میں اب کیا کہوں تجھ سے بات اپنے دل کی | کہ تو بے کہے بدگماں ہو رہا ہے
تری یاد آرامِ دل بن رہی ہے | ترا نام وردِ زباں ہو رہا ہے
رہے درد جانا تھا ہمنے وہ حسرت | محبت میں درمانِ جاں ہو رہا ہے

غزلگوئی رہی یکتا میانِ عاشقاں میری | کہاں سے پھر کوئی لاتا بیاں میرا زباں میری
شبِ غم کیا خبر دیتی ہیں پیہم ہچکیاں میری | خداوندا اُٹھیں کیوں یاد آئی ناگہاں میری
مرا انکار جرمِ عاشقی سے کون مانے گا | کہ صاف اقرارِ غم کرتی ہے چشمِ خونفشاں میری
جہانِ حُسن میں جب تک رہیگا آپ کا شہرا | زبانِ عشق پر جاری رہیگی داستاں میری

ہمارے شکوہ ہائے سخت نا پروہ کہتے ہیں ... ابھی دیکھی نہیں ہے آپ نے تیغ رواں میری
نکالتے تھا وہ ایسا کیا مزا فکر محبت میں ... کہ جسکے نام پر مرتا ہے طبع شادماں میری
انھیں اب ناز ہے خود اپنی صورت پر کہ برسوں سے ... پرستش کر رہا ہے حسرت رنگیں بیاں میری

کیا وہ اب نادم ہیں اپنے جور کی روداد سے ... لائے ہیں میرٹھ جو آخر مجھکو فیض آباد سے
سیر گل کو آئی تھی جس دم سواری آپکی ... پھول اٹھتا تھا چمن فخر مبارکباد سے
ہمکو تنہا کیوں ملے جور محبت کی سزا ... جبکہ یہ سب کچھ ہوا تھا آپ کی امداد سے
اب تلک موجود ہے کچھ کچھ۔ لگا لائے تھے ہم ... وہ جو ایک لیکا کبھی خاک یہاں آباد سے
دعوئے تقویٰ کا حسرت کسکو آتا ہے یقین ... آپ اور جاتے رہیں پیر مغاں کی یاد سے

محبت کیوں کرو گر ہو نہیں سکتی وفا مجھسے ... یہ تمنے کیا کہا مجھکو۔ یہ تمنے کیا کیا مجھسے
تمہاں ماہرو کے حسن پر ایمان لایا ہوں ... انھیں کو دیکھکر ہوتی ہے اب یاد خدا مجھسے
چھپاتے ہیں جسے وہ پردۂ بے اعتنائی میں ... محبت کہہ رہی ہے حال اسی کا برملا مجھسے
تمھارے منہ سے یہ تکرار بھی پر لطف ٹھہرے گی ... وہی باتیں سہی جو کر چکے ہو بارہا مجھسے
یہ ناز بے رخی دیکھو کہ بزم غیر میں گویا ... شناسا ہوں نہ میں انکا نہ ہیں وہ آشنا مجھسے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا انداز ہے تیرا ... کبھی ہٹ بیٹھنا مجھسے کبھی کھل کھیلنا مجھسے
خیال ایک انکا باقی تھا سو باقی اب بھی ہے حسرت ... شب غم اور کیا لینے کو آئی تھی قضا مجھسے

محبت کی عوض ہونے لگے ہر دم خفا مجھسے ... کہو تو ایسی کیا سرزد ہوئی آخر خطا مجھسے
ملیں بھی وہ تو کیونکر آرزو بر آئیگی دل کی ... نہ ہوگا خود خیال انکو نہ ہوگی التجا مجھسے
فلک سے بھی ہے کیا بڑھکر بلندی بام جاناں کی ... یہ پوچھا کرتی ہے اکثر مری آہ رسا مجھسے
اگر سیر چمن کو آج وہ پھر آنے والے ہیں ... ابھی کچھ کہہ رہی تھی کان میں باد صبا مجھسے
محبت بھی عجب شے ہے کہ باوصف شناسائی ... نہیں ہوتی مخاطب وہ نگاہ آشنا مجھسے
تقاضا ہے یہی خوئے نیاز عشقبازی کا ... نہ ہوگا اس سراپا ناز کا حسرت گلا مجھسے

کرتے تو ہو۔ اگرچہ لفظ ہے عتاب کی ... ہمکو ہے اس عذاب میں راحت ثواب کی
دنیا کو ہم بھی چھوڑکے ہو جائینگے فقیر ... حالت یہی رہی جو ترے اجتناب کی

مضطر ہے شوقِ دید کہ نکلے گا کب وہ چاند
چھائی ہے جسپہ دیر سے بدلی نقاب کی

واعظ تری زبان سے اللہ کی پناہ
کیا کیا بیان کی ہے خرابی شراب کی

حسرت سبب ہے عشق ترے اضطراب کا
ابتک خبر نہیں تجھے اس انقلاب کی

دل اور یہ تہیہ ترکِ خیالِ یار کرے
کسے یقین ہو کون اسپہ اعتبار کرے

قفس میں ہو دلِ بلبل شہیدِ فرقتِ گل
خزاں نے جو نہ کیا تھا وہ اب بہار کرے

قرارِ جاں کے لئے اُسنے شیوۂ تسکیں
کبھی جو اور کیا ہو تو اختیار کرے

نہ دل میں خون نہ آنکھوں میں اشکِ جاں کے سوا
کوئی اب اپنا کرے بھی تو کیا نثار کرے

شبِ وصال ہے کوتاہ، نازِ یار دراز
ہجومِ شوق سے کہدو کہ اختصار کرے

شکایت اُسکے تغافل کی اسقدر نہ کروں
کہیں وہ پھر نہ مجھے ملکے شرمسار کرے

قریب ہے کہ ترے گیسوئے دراز کی بو
نسیمِ باغِ جوانی کو مشکبار کرے

گزر چکی ہے تمنا کی حد سے دشواری
کہانتک اور ترا کوئی انتظار کرے

وہ اب یہ چھیڑ سے کہتے ہیں "میرے غم نے تجھے
نہ بیقرار کیا ہے نہ بیقرار کرے"

میں کس خوشی سے دل و دیدہ فرشِ راہ کروں
اگر وہ ترک ادھر بھی کہیں گزار کرے

خدا سے اب یہ دعا ہے کہ جلد بادِ مراد
کہیں تلافیِ مافاتِ روزگار کرے

ہے اک پیامِ بہار ابھی اے نسیمِ دکن
خدا تجھے طرب افروزِ غمگسار کرے

(ق) ملے جو اُس سے تو کہنا کہ تیرے شوق کا راز
"کہاں تلک دلِ حسرت نہ آشکار کرے"

اُنکو جو شغلِ ناز سے فرصت نہ ہو سکی
ہمنے یہ کہدیا کہ محبت نہ ہو سکی

شکرِ جفا بھی اہلِ رضا نے کیا ادا
اُن سے یہی نہیں کہ شکایت نہ ہو سکی

شب کا یہ حال ہے کہ تری یاد کے سوا
دلکو کسی خیال سے راحت نہ ہو سکی

غرقِ سرور و سور مجھے پا کے دفعتاً
ناصح سے ترکِ مے کی نصیحت نہ ہو سکی

لطفِ مزید کی میں تمنا تو کر سکا
تم یہ تو کہہ سکے کہ قناعت نہ ہو سکی

کیوں اتنی جلد ہو گئے گھبرا کے ہم فنا
اے دردِ یار کچھ تری خدمت نہ ہو سکی

واعظ کو اپنے عیبِ ریا کا رہا خیال
رندوں کی صاف صاف مذمت نہ ہو سکی

ارباب قال حال پہ غالب نہ آ سکے
زاہد سے عاشقوں کی امامت نہ ہو سکی

ایسا بھی کیا عتاب۔ کہ ساقی بجی کبھی
آخر میں کچھ بھی ہم کو عنایت نہ ہو سکی

اُنسے میں اپنے دل کا تقاضا نہ کر سکا
یہ بات تھی خلاف مروّت نہ ہو سکی

حسرت تری نگاہِ محبت کو کیا کہوں
محفل میں رات اُنسے شرارت نہ ہو سکی

ہر بات میں اک شان ہے بیساختہ پن کی
تصویر ہے تقریر تری حسنِ سخن کی

بڑھ جائیگی عزت گل و نسرین و سمن کی
لائی ہے چمن میں انھیں تقدیر چمن کی

فرقت میں یہ عالم ہے ترے خستہ دلوں کا
کچھ ہوش ہی تن کا نہ خبر کچھ ہے بدن کی

ہونٹوں پہ ہنسی رہتی ہے آنکھوں میں تبسم
سب ختم ہیں اپنے پہ صفتیں خلق حسن کی

ہے آج یہ کیا بات کہ بیساختہ حسرت
یاد آتی ہے رہ رہ کے عزیزانِ وطن کی

سر حشر اُنسے پھر صاحب سلامت ہونیوالی ہے
ابھی اک اور بھی برپا قیامت ہونیوالی ہے

حجاب اُس مست کی آنکھوں سے رخصت ہونیوالا ہے
مجھے ہر بات کی حاصل اجازت ہونیوالی ہے

دمِ آخر مجھے دیکھا تو نادم ہو کے فرمایا
کسے معلوم تھا تیری یہ حالت ہونیوالی ہے

خدا جانے عدو سے مشورے کیا ہو رہے ہیں
نئی شاید کوئی مجھپر عنایت ہونیوالی ہے

وہ از راہِ عطا مجھپر کرم فرمانیوالے ہیں
مری شامِ الم صبحِ مسرت ہونیوالی ہے

تمنا کی بہت اچھی نہیں بیباکیاں حسرت
سنا ہے اُنسے پھر تیری شکایت ہونیوالی ہے

نگاہِ اہلِ نظر میں وہ نور بن کے رہے
قلوبِ اہلِ دلا میں سرور بن کے رہے

عجب نہیں کہ ترے عاشقوں کو ہے جو نصیب
وہ انکسار بھی وجہ غرور بن کے رہے

تری نوازشِ پیہم سے ڈر رہی ہے کہ دل
کچھ اور بھی نہ کہیں ناصبور بن کے رہے

کسی کے جور و تغافل میں بھی ہمارے لیے
مزے معانی بین السطور بن کے رہے

دیارِ حسن میں بیجا ہے کار دانیِ عشق
مزا تو جب ہے کہ یاں بے شعور بن کے رہے

وہ جس گناہ کو کہدیں ثواب ہو وہ ثواب
جسے قصور بتا دیں قصور بن کے رہے

تری طلب میں اذیت عزیز ہو کے رہی
تری تلاش میں زحمت سرور بن کے رہے

جنوں کا زور یہی ہے تو کیا عجب حسرت
کہ رفتہ رفتہ یہ شورِ نشور بن کے رہے

فقط

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلی کانپور

جلد رسالہ اردوی معلی بابت سنہ ۱۹۲۵ء مکمل . . . . . . ۸؍ | مجموعہ ۳؍ دو جلد مجلد للعہ

جلد رسالہ اردوی معلی بابت سنہ ۱۹۲۶ء مکمل ” ” ع؍

جلد رسالہ اردوی معلی بابت سنہ ۱۹۲۷ء سنہ ۱۹۲۸ء و سنہ ۱۹۲۹ء مکمل و مجلد ۸ للعہ

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید و حالات غالب و تنقید ” ” عہ

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی - از ہاشمی چھاپا ٹائپ قابل دید ” ” عہ

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت موہانی از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل سے

انتخاب سخن از حسرت موہانی

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل

انتخاب سخن جلد اول سلسلہ شاہ حاتم مکمل یہ دیوان اور کہیں نہیں ملسکتے	یعنی انتخاب دیوان شاہ حاتم ـ بقا ـ رنگین ـ نثار ـ بیدار ـ تابان شاگردان حاتم ـ ماہر شاگرد سودا ـ امیر ـ افسر ـ بیتاب برادر رنگین ـ عشرت طالب معروف شاہ نصیر حجم ۱۰ جزو قیمت ” ” عہ
جلد دوم سلسلہ ذوق	یعنی انتخاب دیوان ذوق ـ جملہ دواوین داغ ـ رسا ـ جگر ـ قیمت ۱۰؍
جلد سوم سلسلہ مومن	یعنی انتخاب دیوان مومن، نسیم و تسلیم ۵؍ دیوان حسرت موہانی یعنی انتخاب کلیات حسرت موہانی مکمل ” ۱۴؍
جلد چہارم سلسلہ مظہر ـ سوز ـ میر ـ درد	یعنی انتخاب دیوان حسرت یقین حزیں ـ شاعر و بیان شاگردان مظہر قیمت ۴؍ دیوان سوز ۲؍ دیوان میر و راسخ ۱۰؍
انتخاب سخن جلد پنجم سلسلہ جرات مکمل یہ دیوان اور کہیں نہیں ملسکتے	یعنی انتخاب دیوان حسرت استاد جرات ـ دیوان جرات غضنفر ـ رضا رقت ـ رضوی ـ محنت ـ نصرت ـ مصروف ـ محبت ـ جلال و شائق شاگردان جرات ـ دیوان نساخ ـ دیوان رضا علی وحشت ـ ۹ جز قیمت ۱۰؍
جلد ششم سلسلہ مصحفی	دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی ۸؍ دیوان مسرور شاگرد مصحفی ۳؍ دیوان ہوس ۳؍
جلد یازدہم	یعنی انتخاب دواوین اساتذہ متفرق مثل ولی ـ آبرو ـ اختر ـ میر ممنون نظم طباطبائی وغیرہ عمر

جلد ہفتم سلسلہ آتش ۱۲؍ جلد ہشتم سلسلہ امیر و امیر ۱۲؍ جلد نہم سلسلہ ناسخ ۱۲؍ جلد دہم سلسلہ غالب عہ

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ اردوی معلی کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب

دیوان حسرت موہانی

(جلد دوم)

جس میں سید فضل الحسن حسرت موہانی - بی - اے - سابق ایڈیٹر اردوے معلّے و تذکرۃ الشعرا علیگڈھ
کے دیوان حصہ پنجم ششم ہفتم ہشتم - نہم و دہم کی جملہ بہترین
غزلوں کے منتخب اشعار درج ہیں۔

(از جون سنہ ۱۹۱۹ء تا اپریل سنہ ۱۹۲۴ء)

جس کو

اسحٰق علی علوی مالک مطبع نے اپنے

الناظر پریس واقع لکھنؤ میں چھاپا

اور

بیگم حسرت موہانی نے کانپور سے شائع کیا

طبع اول
۱۲۵۰ جلد

قیمت فی جلد
۶/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سے قبل سنہ ۱۹۱۹ء میں انتخاب دواوین حسرت کی پہلی جلد چھپکر شائع ہو چکی ہے جس میں دیوان حسرت حصۂ اوّل دوم۔ سوم و چہارم کا انتخاب درج کیا گیا تھا اب سنہ ۱۹۲۵ء میں حصۂ پنجم سے لے کر حصۂ دہم تک کا انتخاب جلد دوم کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے ہر ایک حصہ علٰحدہ علٰحدہ بھی حسب تفصیل ذیل دستیاب ہو سکتا ہے۔

دیوان حسرت	حصۂ اول۔ دوم۔ سوم و چہارم جس کا پانچواں ایڈیشن یکجائی طور پر چھاپا گیا ہے۔ قیمت فی جلد۔۔۔۔۔۔۔۔ عہ
دیوان حسرت حصۂ پنجم	سنہ ۱۹۱۸ء سے اپریل سنہ ۱۹۲۲ء تک کا کلام۔ قیمت ۴ر
دیوان حسرت حصۂ ششم	مئی سنہ ۲۲ء سے ستمبر سنہ ۲۳ء تک کا کلام۔ قیمت ۸ر
دیوان حسرت حصۂ ہفتم	۲۰ ستمبر سنہ ۲۳ء سے ۳۰ ستمبر سنہ ۲۳ء تک کا کلام۔ قیمت ۴ر
دیوان حسرت حصۂ ہشتم	یکم اکتوبر ۲۳ء سے ۹ نومبر سنہ ۲۳ء تک کا کلام۔ قیمت ۶ر
دیوان حسرت حصۂ نہم	۱۰ نومبر سنہ ۲۳ء سے ۳۱ دسمبر سنہ ۲۳ء تک کا کلام۔ قیمت ۴ر
دیوان حسرت حصۂ دہم	جنوری سنہ ۲۴ء سے مارچ سنہ ۲۴ء تک کا کلام۔ قیمت ۳ر
ضمیمہ دیوان حسرت	زمانۂ طالبعلمی موہان۔ فتحپور و علیگڈھ کا کلام قیمت ۳ر
انتخاب دواوین حسرت جلد اوّل	دیوان حسرت حصۂ اول دوم سوم و چہارم کا انتخاب۔ ۸ر

المشتہر

بیگم حسرت موہانی۔ کان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف ''الف''

خانقہ سے تا درِ پیرِ مغاں لیجائیگا
دل کہاں سے مجھکو لایا ہے کہاں لیجائیگا

عاشقوں کے ہو گئے راہِ یار میں کیا کیا ہجوم
شوق جنکو کارواں در کارواں لیجائیگا

جسقدر چاہیں چھپاکر دلکو ہم رکھیں مگر
جب وہ آئیگا تو اکدن ناگہاں لیجائیگا

ہم ضعیفانِ محبت کا پہنچنا تھا محال
منزلِ مقصود تک وہ نوجواں لیجائیگا

قدر ہوگی میرے ضبطِ شوق کی اُس دم عیاں
جب مناکر خود مجھے وہ جانِ جاں لیجائیگا

عشق نقدِ دل کے بدلے حسن کے بازار سے
مفت گویا درد کی جنسِ گراں لیجائیگا

[illegible]

رائگاں حسرتؔ نہ جائیگا ہر اشتِ غبار
کچھ زمیں لیجائیگی کچھ آسماں لیجائیگا

شکوۂ غم ترے حضور کیا
ہمنے بیشک بڑا قصور کیا

دردِ دل کو تری تمنا نے
خوب سرمایۂ سرور کیا

یہ بھی اک چھیڑ ہے کہ قدرت نے
تمکو خود بیں ہمیں غیور کیا

نورِ ارض و سما کو ناز یہ ہے
کہ تری شکل میں ظہور کیا

[illegible]

آپ نے کیا کیا کہ حسرتؔ سے
نہ ملے حسن کا غرور کیا

کبھی کی تھی جو اب وفا کیجیئے گا
مجھے پوچھکر آپ کیا کیجیئے گا

مرے دعوئے بے نیازی کو سنکر
ہنسے وہ کہ پھر التجا کیجیئے گا

تغافل میں شانِ جفا پھر ہے پیدا
محبت کی پھر ابتدا کیجیئے گا

وہ کہنا ترا یاد ہے وقتِ رخصت
کبھی خط بھی ہمکو لکھا کیجیئے گا

[illegible]

جوانی میں عشق بتاں ہے حسرت
بڑھاپے میں یاد خدا کیجئے گا

رنگ تیری شفق جمالی کا
لاابالی مزاج یار کو غم
بزم ساقی میں دیدنی ہے سماں
آئینہ ہے تبسم لب دوست

۱۶ - جنوری سنہ ۲۲ء ۔ ۲۰

اک نمونہ ہے بیمثالی کا
کیوں ہو میری شکستہ حالی کا
خم لبریز و جام خالی کا
حسن خوباں کی بے ملالی کا

کچھ تو کر پاس اے وفا دشمن
لب حسرت کی بے سوالی کا

منزل وصل یار ہے پیدا
دل انساں میں تاب شعلۂ عشق
پردۂ حسن و عشق میں ہے وہی
پھر نہ کیوں وصل حسن و عشق سے ہو
جان دیدی پہونچکے اُنکے حضور
اے تری یاد سقم جاں کا علاج
کچھ بھی شہر وصال دور نہیں
ہم رضا کار ہیں خدا کی قسم

(ق)

۲۰ - مارچ سنہ ۲۲ء بمقام یرودا جیل

درمیان حدود بیم و رجا
حسن مطلق کی روئے حق ہیں ضیا
الغرض نور ارض و نور سما
نور بالاے نور جلوہ نما
ہمنے اور اُن سے کچھ کہا نہ سنا
اے ترا ذکر درد دل کی دوا
جذبۂ شوق ہو جو راہ نما
ہم نہونگے مگر شہید وفا

ہوگئے محو عشق سب حسرت
اب غم ہجر ہے نہ شوق لقا

سب سے شوخی ہے اک ہمیں سے حیا
سادگی میں وہ پھر بھی ہیں یکتا
جان دیدی تو کیا گناہ کیا

۲۰ - مارچ سنہ ۲۲ء یرودا جیل

اے فریب نگاہ یار یہ کیا
باوجود ہجوم ناز و ادا
آپ کس بات پر ہیں ہمسے خفا

اب وہ ملتے بھی ہیں تو یوں کہ کبھی
ہمسے کچھ واسطہ نہ تھا گویا

ہمکو منظور سب ہے سب مرغوب
تجھسے جو کچھ ملے سزا کہ جزا

میں بھی ہوں اک فقیر حاجتمند
کرم اے بادشاہ جود و عطا

خوب لکھی غزل جزاک اللہ
حسرت سحر کار کیا کہنا

شوق وصال یار کے قابل بنا دیا
دل کیا تھا عاشقی نے اُسے دل بنا دیا

دے دے کے مفت جان شہیدان عشق نے
اُس نازنیں کو شاہد قاتل بنا دیا

شوق لقاے یار نے راہ مراد میں
سختی کو رشک نرمیِ منزل بنا دیا

آخر فراغت غم دل نے ہوس کو بھی
کونین کے خیال سے غافل بنا دیا

جیل ۱۹۱۶ء [illegible]

کیا چیز تھی وہ مرشد وہاب کی نگاہ
حسرت کو جس نے عارف کامل بنا دیا

اک جو لے دے کے ہمیں شیوۂ یاری آیا
وہ بھی کچھ کام نہ خدمت میں تمہاری آیا

اُنکے آگے لب فریاد بھی گویا نہوے
چپ رہے ہم جو دم شکوہ گزاری آیا

آرزو حال جو اپنا اُنھیں لکھنے بیٹھی
قلم شوق پئے نامہ نگاری آیا

داں سے ناکام پھرے ہم تو دریاس تلک
خون حرماں دل مجروح سے جاری آیا

دل پر شوق میں آئی کرم یار کی یاد
یا چمن میں قدم باد بہاری آیا

تیرے انکار سے فی الفور ہوا کام تمام
زخم ایسا سر امید پہ کاری آیا

گھر کے آئی جو گھٹا ہمنے یہ جانا حسرت
وقت شوریدگی و بادہ گساری آیا

آئی جو اُنکی یاد مرا دل ٹھہر گیا
دعوے غم فراق کا باطل ٹھہر گیا

مر کر وصال یار ہوا دل ٹھہر گیا
منزل ملی مسافر منزل ٹھہر گیا

شب ۳ اگست ۲۳ء بروز شنبہ غزل از جیل یرودا

ہم سر جھکا چکے تھے علم ہو چکی تھی تیغ
پھر کیا کیا خیال کہ قاتل ٹھہر گیا

دل خوش ہوا جو آپ ہوئے مائلِ ستم
یعنی میں التفات کے قابل ٹھہر گیا

دل کو ولائے یار پہ حاصل ہوا قیام
پایا جو اس جہاز نے ساحل ٹھہر گیا

خواب و خیال ہو گئیں اگلی وہ صحبتیں
پھیرا بھی اُس نواح کا مشکل ٹھہر گیا

فرزانگی قصور ہے دنیائے عشق میں
دیوانہ جو ہوا وہی کامل ٹھہر گیا

تیرِ نگاہِ یار کا مشکل ہے سامنا
سیراہی تھا جگر کہ مقابل ٹھہر گیا

بیچارگی میں رٹ جو لگی اُنکے نام کی
تسکینِ جانِ زار ہوئی دل ٹھہر گیا

اچھا ہوا کہ مملکتِ حسن و عشق میں
حسرت وہ پادشاہ میں سائل ٹھہر گیا

۲۰ ستمبر ۲۳ء بروز دوشنبہ جیل یرودا

جواب اُنسے ملنا دوبارا نہو گا
تو جینا بھی شاید ہمارا نہو گا

ہمیں گھر میں لائے تو بولی یہ وحشت
یہاں پر ہمارا گزارا نہو گا

تصور میں ملتے رہینگے وہ ہمسے
غمِ ہجر بھی ناگوارا نہو گا

اُجڑ جائیگی بزمِ رنداں جو ساقی
مروت نہو گی مُدارا نہو گا

کوئی شکوہ سنجِ ستم اور ہونگے
وہ کہتے ہیں حسرت ہمارا نہو گا

۱۰ اکتوبر ۲۳ء بروز جمعہ جیل

عہدِ یک عمر فراغت سے بھی خوشتر گزرا
وہ جو اک لحظہ تری یاد میں ہمبر گزرا

تیرے انکار سے اربابِ تمنا کے لئے
وصل کا دن بھی شبِ غم کے برابر گزرا

تجھسے اب ملکے تعجب ہے کہ عرصا اتنا
آجتک یتری جدائی کا یہ کیونکر گزرا

لوگ سب جان گئے چھپ نہ سکی شوق کی بات
میں گلی سے جو تری ہو کے مکرر گزرا

اب وہ آئیں بھی تو کیا روئیں بھی تو کیا حسرت
ہجر میں تجھکو جو کرنا تھا سو تو کر گزرا

معطر پا کے بوئے حسن سے سارا بدن اپنا
وہ سونگھا کرتے ہیں جو بھی تو اکثر پیرہن اپنا

رقیبوں کی ہمارے بعد اب اتنی بھی کیا کثرت
کبھی تم غور سے دیکھو تو رنگِ انجمن اپنا

کچھ اس عالم میں وہ بے پردہ نکلی سیرِ گلشن کو
کہ نسرین اپنی خوشبو، رنگ بھولی نسترن اپنا

وہ رحم آیا تجھے مجبوریِ شوقِ شہادت پر
خبر لے ہاتھ کی خنجر سنبھال اے تیغ زن اپنا

(۲۔ نومبر سنہ ۲۳ء یروڈا جیل)

سبھی کچھ ہو گیا اُنکا ہمارا کیا رہا حسرت
نہ دیں اپنا نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ تن اپنا

اُنہیں دیکھا جو ماجرا دیکھا
کیا بتائیں کسی سے کیا دیکھا

ہمنے غیرت کو بھی کرم سے ترے
بارہا محوِ التجا دیکھا

نہ بچا اُس نگاہِ ناز سے دل
ہمنے سو سو طرح بچا دیکھا

تو کسی کا نہیں تجھے ہمنے
خوب اے شوخِ بے وفا دیکھا

(۱۰۔ نومبر سنہ ۲۳ء یروڈا جیل)

غیر جانا اُنھیں سو کیوں حسرت
عشق سے حسن کو جدا دیکھا

ہر گھڑی وردِ لبِ شوق ہے افسانہ ترا
بیخبر تیرے سوا سب سے ہے دیوانہ ترا

کتنے دل ہیں ترے قابو میں زہے شانِ جمال
جا ہے کلمہ جو پڑھے شوکتِ شاہانہ ترا

پایۂ عرش کو از خود نہیں جنبش اے دل
دیکھ پہنچا ہے کہاں نعرۂ مستانہ ترا

بے خرد ہو کے محبت کی بدولت اے عقل
نام بھی اب نہیں لیتا دلِ فرزانہ ترا

(۲۱۔ نومبر سنہ ۲۳ء یروڈا جیل)

فکرِ کونین سے بیگانہ ہوا تو حسرت
خوب ٹھہرا غمِ جانانہ سے یارانہ ترا

(ق)

ترے حُسن کا دور دورا رہیگا
نہ میرا یہ جوشِ تمنا رہیگا

اگر سالہا سال بعدِ فنا بھی
زمانے میں دونوں کا چرچا رہیگا

ق

نہ سرمایہ دار و نکی نخوت رہیگی
نہ حکام کا جورِ بیجا رہیگا

زمانہ وہ جلد آنے والا ہے جسمیں
کسی کا نہ محنت پہ دعویٰ رہیگا

مرے شوق کا ہے جو مضطر ابھی سے
بھلا وصل میں کیا ٹھکانا رہیگا

جو مٹ جائیگا ہو کے خاک اُس گلی کی
وہ اچھا رہا ہے وہ اچھا رہیگا

۲۳ - نومبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل پونا

ترے عشق میں دعوئ صبر حسرت
ابھی تک بھلا کیسا رہا کیا رہیگا

کوچہ اُس فتنۂ دوراں کا دکھا کر چھوڑا
دل نے آخر ہمیں دیوانہ بنا کر چھوڑا

پردہ ہمسے جو وہ کرتے تھے نہ کرنے پائے
شوق بیباک نے اُسکو بھی اُٹھا کر چھوڑا

بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

تجھسے ملنے پہ کسی کی ہمیں پروا نہ رہی
سب کو دنیا میں تری یاد لگا کر چھوڑا

لطف ماضی کی جو کچھ یاد تھی باقی دلمیں
اُسکو بھی تیرے تغافل نے مٹا کر چھوڑا

مجھکو معلوم ہے پیمانۂ مے میں ساقی
تو نے جو کچھ کہ مری آنکھ بچا کر چھوڑا

۲۴ - نومبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل

مرگ حسرت کا بہت رنج کیا آخر کار
اثر عشق نے اُنکو بھی رلا کر چھوڑا

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا
اگر یہ شیوہ نہیں اہل رضا کا

طلب میری بہت کچھ ہے مگر کیا
کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا

نہیں معلوم کیا اے شاہ خوباں
تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا

گنہگارو چلو عفو الٰہی
بہت مشتاق ہے عرض خطا کا

تری محفل میں اہل دل کو جلوہ
نظر آجائیگا شان خدا کا

غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو
دیار حق میں افواج بلا کا

۱۲ - جنوری سنہ ۲۳ء یرودا جیل

جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت
تمھیں حق اُسنے کیا چون و چرا کا

۷ جنوری سنہ ۲۳ء یروڈا جیل

کچھ خوف خدا کا ہے نہ ڈر خلقِ خدا کا
کیا آئے خیال اُنکو شہیدانِ وفا کا

خوشبو ترے ملبوس کی لائی ہے کہاں سے
تجھ تک نہ ہوا تھا جو گذر بادِ صبا کا

نکلا نہ کبر وخود پُے تعزیر کہ لپکا
پڑ جائیگا عصیانِ محبت کو سزا کا

ہیں اُنکے رضا کار بری لوٹ طلب سے
کوئی بھی جو ہو اُنیں گنہگار دعا کا

آسان ہے مشکل بھی ترے شوق کی منزل
اس راہ میں کچھ کام نہیں راہ نما کا

اگر ترے دربار میں سب ہو گئے یکساں
جھگڑا نہ رہا مرتبۂ شاہ و گدا کا

سر ہے اُنھیں مطلوب تو دو شوق سے حسرتؔ
اس امر میں کچھ دخل نہیں چون وچرا کا

ردیف ”ب“

۵ نومبر سنہ ۲۲ء سابرمتی جیل

چاندنی رات میں پھولوں کا ہے زیور کیا خوب
رنگ لائیگا ترا حسنِ معطر کیا خوب

روشنی بخشِ تمنا ہے جو اک ماہِ منیر
وصل کی رات کا جمگھا ہے مقدر کیا خوب

قابلِ دید تھی گرمی میں پسینے کی بہار
تر ہوا ہے عرقِ حسن سے بستر کیا خوب

وصل میں بھی نہوئی وجہ سکوں کثرتِ شوق
ڈھونڈھ لیتا ہے بہانے دلِ مضطر کیا خوب

کھولکر بال جو سوتے ہیں وہ شبکو حسرتؔ
گھیر لیتی ہے اُنھیں لفِ معنبر کیا خوب

۲۰ اگست سنہ ۲۲ء یروڈا جیل

دل ہے بیشک نورِ حق سے فیضیاب
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

ہاتھ قتلِ عاشقاں سے مت اُٹھا
کام کر اُنکا کہ ہے کارِ ثواب

شوق مے کی پرورش کیونکر نہو
لطفِ ساقی آجکل ہے بیحساب

بے ترے اے بادشاہ مہوشاں
خانۂ جانِ عزیزاں ہے خراب

پی جو اُن آنکھوں نے تھی صہبائے حسن
پھوٹ نکلا ہے وہی رنگِ شراب

ترکِ ہر رسم عاشقی ممکن نہیں
پھر اُسی کا ہمسے ہوگا ارتکاب

عشق حسرتؔ ہے نشانِ حسنِ دوست
بے گلاب آتی نہیں بوئے گلاب

ساکت یاس ہیں جانِ دلِ ناکامِ شباب
مئے تنویر سے مخمور ہوئی روحِ جمال
دلربائی ہے خود اُس جانِ جوانی کی غلام
قابلِ دید ہوئی حُسنِ دُرخشاں کی بہار

سوم ستمبر ۲۲ء یرودا جیل

کیا ہوا آہ وہ ہنگامۂ ایّامِ شباب
بادۂ عیش سے لبریز ہوا جامِ شباب
مالک ناز و ادا ہے وہ دلارامِ شباب
کیا سے کیا ہو گئی ہو کر وہ ہم آشامِ شباب

درپئے دین و دل وجاں ہیں بتانِ کافر
حسرتؔ اچھا نظر آتا نہیں انجامِ شباب

اُنکی محفل میں پاکے جامِ شراب
ہو رہے ہیں مرے لئے کیا کیا
خوابِ غفلت میں ہو رہے ہیں بسر
دین و دنیا کو بھول بھال کے ہم
محتسب سے بھی فصلِ گل میں لیا
میکدے سے گیا نہ کوئی بہوش

۲۰ ستمبر ۲۲ء یرودا جیل پونا

کام اپنا ہوا بنامِ شراب
بزمِ ساقی میں اہتمامِ شراب
دن بصبح طعام و شامِ شراب
ہو گئے فائز المرامِ شراب
ہمنے لڑ بھڑ کے اذنِ عامِ شراب
اے خوشا حسنِ انتظامِ شراب

میکدوں سے پہنچ گئے حسرتؔ
خانقاہوں میں بھی پیامِ شراب

پنہاں شدنت دو گونہ شد خوب
بہشت چہ شود گرم شمارند
ماگام زنِ صراطِ مستقیم
یا بیخبرانِ ہوشیاریم
منّت کش دیگراں نخواہیش

یکم فروری ۲۳ء یرودا جیل پونا

اے روئے تو بے نقاب محجوب
ور زمرۂ بندگانِ معیوب
دور از رہ ضالّین و مغضوب
منجملۂ سالکانِ مجذوب
آنرا کہ بتو شدست منسوب

بوسیدہ کف تو گشت لرزاں — از من بہوائے شوق مکتوب

حسرت بغزل چو شمس تبریز
باشد سخن تو نغز و مرغوب

ردیف "ت"

(۷ نومبر ۱۸۹۹ء — اردوئے معلیٰ) [uncertain reading]

بتائے نہ کیوں غم کو جانِ محبت — دل زار ہے کاروانِ محبت
ترے غم سے گرویدہ ہے سب سے فارغ — زہے خاطرِ شادمانِ محبت
نکر جور اتنا بھی اے شاہِ خوباں — کہ مر جائیں گے بیدلانِ محبت
رہے محوِ خوابِ ہوس اہلِ ظاہر — گزر بھی گیا کاروانِ محبت

سرِ عجز حسرت بھی خم کیوں نہ ہوتا
ترا ناز ہے حکمرانِ محبت

(۱۲ ستمبر ۱۹۰۳ء — اردوئے معلیٰ) [uncertain reading]

ہم شکوۂ فلک ہی کریں گے حضورِ دوست — ظاہر نہ ہونے دینگے وہاں بھی قصورِ دوست
محفل میں دورِ ثانی گمی ہے ہمیں بھی آج — کاہے کو بچنے دیگی نگاہِ سرورِ دوست
میری تسلیوں کے نہیں ہیں جو مشورے — کیوں پھر جوابِ خط میں ہم ہیں سطورِ دوست
بیجا نہیں ترانۂ مطرب ہے وجدِ روح — کانوں میں آرہی ہے یہ آوازِ دورِ دوست
اظہارِ شوق کی متحمل نہ ہو سکی — برہم غضب ہے رات سے طبعِ غیورِ دوست
ہوگی ضرور قدرِ وفا دل ابھی سے کیوں — کرتا ہے شکوۂ ستم بے شعورِ دوست

اہلِ ہوس کی ہیچ ہیں ساری شکایتیں
جا ہے کمالِ حسن پہ حسرت غرورِ دوست

(۲ اکتوبر [illegible])

اُس شوخ کے آنے کی تمنا ہے قیامت — کیا کیا دلِ مایوس میں برپا ہے قیامت
رعنائی میں آفت ہے ترے لب کا تبسم — خوبی میں تری نرگسِ شہلا ہے قیامت
کیا کیا دلِ مجبور ہوا آگ یہ سنکر — گلشن میں بہار گل حمرا ہے قیامت

گھنگھور گھٹاؤں کے اندھیرے میں بھی ساقی ۔۔۔ رنگینیِ صہبا کا اُجالا ہے قیامت
دل دے کے ہیں جان بھی دیتے ہی بنے گی ۔۔۔ اس شوخِ ستمگر کا تقاضا ہے قیامت
یاروں سے ترا محفلِ اغیار میں ظالم ۔۔۔ ظاہر کا یہ اظہارِ مدارا ہے قیامت

دُور اُن سے بھلا نیند کسے آئیگی حسرتؔ
تنہائی میں رنجِ شبِ یلدا ہے قیامت

غزل اردو بحر مضارع

نعم البدل ہے عیشِ جہاں کا ملالِ دوست ۔۔۔ خالی ہے سب سے دل بوفورِ خیالِ دوست
ولکن یہ کیا مجال کہ لائے خیالِ دوست ۔۔۔ مجھ میں کہاں یہ حال کہ دیکھوں جمالِ دوست
عاشق بنے تھے پھر بھی کیا شکوۂ جفا ۔۔۔ سچ پوچھیے تو ہم سے بجا ہے ملالِ دوست
مائل ہیں جسکی شانِ جفا کی بھی اہلِ شوق ۔۔۔ یکتا ہے دلبری کے ہنر میں کمالِ دوست

کافی ہے اہلِ درد کو حسرتؔ دوائے غم
اور کیوں نہ ہو کہ غم ہے غمِ لازوالِ دوست

غزل فارسی بحر مضارع

لطفِ تو گر اختیارِ ما نیست ۔۔۔ سرمایۂ اعتبارِ ما نیست
نازم چو بہ عشق حسن گوید ۔۔۔ آن کیست کہ جان نثارِ ما نیست
از دردِ الم کجاست چیزے ۔۔۔ کاندر دل و جانِ زارِ ما نیست
اے بادۂ نابِ عشق بوئے ۔۔۔ جز بوئے تو خوشگوارِ ما نیست
پیوستہ پیامِ سوزِ جاں را ۔۔۔ از کیست اگر زیارِ ما نیست
نوعے ز کمالِ شوق بیروں ۔۔۔ از حیطۂ اقتدارِ ما نیست

حسرتؔ بدرش رسیدہ نازد
کایں شانِ خداست کارِ ما نیست

ردیف ث ۱۱

ترکِ جفا کی اُن سے تمنا نکر عبث ۔۔۔ ایماں وفا کے نام کو رسوا نکر عبث

مینوشیوں سے کام رہے بزم غیر میں
میرا لحاظ اے گلِ رعنا نکر عبث

اے چشم شوق تجھکو مذاقِ نظر کہاں
دیدارِ حسنِ یار کا دعویٰ نکر عبث

یکتا ہے سادگی میں ترا حسنِ دلفریب
آرائشِ جبیں کا ارادا نکر عبث

(۵-جنوری سنہ ۱۹۰۳ء مطبوعہ اردوئے معلیٰ)

جوشِ جنونِ عشق دبا ہے سے دب چکا
حسرت علاجِ خاطرِ شیدا نکر عبث

ردیف "ج"

تجھسے جو دردِ دل کا بھی ہوتا نہیں علاج
ہے کس مرض کا اور تو اے نازنیں علاج

اُس دلکو اب گداز کرے فکر عاشقی
جسکا نکر سکے غم دنیا و دیں علاج

اہلِ ہوس کے دردِ تمنا کا برمحل
کرتی ہے خوب وہ نگہِ خشمگیں علاج

پھر کیوں دوا سے درد کے در پے ہیں چارہ گر
جب خود ہی چاہتی نہیں جانِ حزیں علاج

(۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء مطبوعہ اردوئے معلیٰ)

حسرت شرابِ وصل سے صحت جو ہو تو ہو
دلکا نہیں ہے ورنہ مے وانگبیں علاج

ردیف "ح"

شجرِ غم ہے آشیانۂ روح
گریہ و نالہ آب و دانۂ روح

خوب دنیا سے آرزو میں اُڑا
ناوکِ درد سے نشانۂ روح

تجھکو بیباک دیکھنے کے لئے
عذرِ مستی ہوا بہانۂ روح

ہر طرف ہیں عیاں نقوشِ جمال
دیدنی ہے نگار خانۂ روح

(۱۵-۱۰ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء مطبوعہ اردوئے معلیٰ)

جسم حسرت ہے یا کہ جانِ گداز
ذکر حسرت ہے یا فسانۂ روح

وہ دیکھنے جو بام پر آئے بہارِ صبح
نازاں ہے اپنے بخت پہ کیا کیا نگارِ صبح

ملتے ہوئے اُٹھے ہیں وہ آنکھیں جو خواب سے
پھیلا ہوا ہے نورِ جمالِ خمارِ صبح

(فروری سنہ ۱۹۰۳ء مطبوعہ اردوئے معلیٰ)

پیدا فلک پہ ہے یہ بیاضِ سحر کا نور
ظلمات شب میں یا ہے عیاں جوئبارِ صبح

خورشید روئے یار سے ہو کر منیرِ حسن
شامِ شبِ وصال بھی کرتی ہے کارِ صبح

تمکینِ حسن یار کے صدقے میں روزِ وصل
کچھ بڑھ گیا ہے اور بھی حسرتؔ وقارِ صبح

۱۰ نومبر ۱۹۱۳ء از ورود جیل

اہل دل ہیں فدائے نغمۂ روح
کہ بقا ہے فنائے نغمۂ روح

چھیڑ مطرب نوائے نغمۂ روح
دل ہے مضطر برائے نغمۂ روح

دل میں اپنے اُتر گئی آخر
درد بنکر دوائے نغمۂ روح

عرش پر ہے دماغ چنگ سرود
اے زہے کبریائے نغمۂ روح

غم کا آغاز تھا ترانۂ دل
سوت ہے انتہائے نغمۂ روح

کر رہے دل کی غنچگی کو بھی دور
اے گلِ جانفزائے نغمۂ روح

وجہ تسکیں عشق ہو نہ سکا
شغل کوئی سوائے نغمۂ روح

پردۂ ساز میں نہاں ہے ہنوز
شاہد دلربائے نغمۂ روح

کسقدر دلپذیر ہے حسرتؔ
اثر دیر پائے نغمۂ روح

ردیف "خ"

۱۲ دسمبر ۱۹۱۳ء نمبر ۱۹۶ جیل

دختر رز ترے پہلو میں نہاں ہے گستاخ
دیکھ تو کتنی یہ اے پیر مغاں ہے گستاخ

کسقدر ہے نگہ شوق بھی اپنی بیباک
چہرۂ یار میں کیا کیا نگراں ہے گستاخ

ہمت عاشق بیدل پہ خدا کی رحمت
کوچۂ یار کی جانب جو رواں ہے گستاخ

عرض حال دل مضطر پہ وہ بولے ہنسکر
ہم سنیں کیا کہ ترا طرزِ بیاں ہے گستاخ

خوش کہ ناخوش ہو کوئی جا ہی پہنچتا ہے وہاں
اُنکی خدمت میں مرا شورِ فغاں ہے گستاخ

سُنکے آئے ہیں کسی سے جو مرے شوق کا حال
پوچھتے پھرتے ہیں سب سے وہ کہاں ہے گستاخ

کچھ غضب سے بھی ترے خوف نہیں ہے اسکو
کسقدر حسرت بے تاب و تواں ہے گستاخ

ردیف "د"

کرم ساقی میخانہ مبارک باشد
گرمی مجلس رندانہ مبارک باشد
عید ہے آجکا دن بادہ پرستوں کیلئے
عشرت گردش پیمانہ مبارک باشد
جسکے دیدار کی مدت سے تمنا تھی سو آج
ہے وہی رونق کاشانہ مبارک باشد
دلفروشان تماشا کو بصد عیش و نشاط
دولت جلوۂ جانانہ مبارک باشد

۱۱ نومبر سنہ ۱۷ء ... جیل

جان حسرت کے لئے مایۂ نازش ہے یہی
اضطراب دل دیوانہ مبارک باشد

وہ ہوں جیلان سے آکر سیر بغداد
زہے قسمت خوشا تقدیر بغداد
حقیقت میں ہے خاک روضۂ پاک
جسے کہتے ہیں سب اکسیر بغداد
ہیں فردوس میں لائے تو کیا کیا
نظر میں پھر گئی تصویر بغداد
سواد ہند میں لگتا نہیں جی
دل دیوانہ ہے دلگیر بغداد

۲۵ ستمبر سنہ ۱۷ء یرودا جیل

ہوائے شوق اڑا لیجائے حسرت
بنے اچھا یوہیں تدبیر بغداد

اے درد تو بپایۂ درماں رسیدہ باد
خار غمت بجان محبان خلیدہ باد
تا چند پاسداری دامان و جیب صبر
شادم کہ پارہ کردم و خواہم دریدہ باد
اے مایۂ حیات ببازار حسن و عشق
جنس غمت بہ قیمت جانہا خریدہ باد
شوق رخ تو خوبتر از روے خوب تست
حسن رخت ندیدم و یارب ندیدہ باد

۷ اکتوبر سنہ ۱۷ء یرودا جیل

رنج فراق یار کہ از یار میرسد
خوش میرسد بہ حسرت حیراں رسیدہ باد

دل از صدمۂ ہجر پُر خوں نماید
بچشم تمنا ہیم آں شوخ رعنا
کلامت کہ سرتاسر اعجاز باشد
جمالے کہ از عشق او وام گیرد

سرشکِ غمم طرفہ گلگوں نماید
نماید بحُسن دگر چوں نماید
باہلِ ہوس نیز افسوں نماید
سخن صرفِ تزئینِ مضموں نماید

۲۹ نومبر سنہ ۲۲ء بروز دوشنبہ

زہے حسن و تصویر خوبش کہ حسرت
زلیخا ربایہ بہ مجنوں نماید

ردیف "ذ"

حاصل جو ہوے درِ محبت کے لذائذ
جبتک نہ کھُلے یہ کہ محبت ہے عبادت
ارواح پہ اعمال کے آثار ہیں طاری
پوچھے کوئی اربابِ تمنا کے دلوں سے

میں بھول گیا عیش و فراغت کے لذائذ
محسوس ہوں گیا تیری اطاعت کے لذائذ
دوزخ کے شدائد ہیں نہ جنت کے لذائذ
حُسنِ رخِ جاناں کی حکایت کے لذائذ

۲۹ ستمبر سنہ ۲۲ء بروز دوشنبہ

ڈرتے ہیں جو میدانِ وغا سے اُنھیں حسرت
معلوم نہیں شوقِ شہادت کے لذائذ

اُنکو رسوا مجھے خراب نکر
آمدِ یار کی امید نہ چھوڑ
شوق یار و نگاہ بے شمار نہیں
دلکو سستِ خیالِ یار بنا

اے دل اتنا بھی اضطراب نکر
دیکھ اے آنکھ شوق خواب نکر
ستم اے دوست بیحساب نکر
لب کو آلودۂ شراب نکر

۲ ستمبر سنہ ۲۲ء بروز دوشنبہ

رکھ بہر حال شغل مے حسرت
اسمیں پروائے شیخ و شاب نکر

ہوگئی کثرتِ نظر
تجھکو دم وداعِ جاں

پردۂ حسن بیخبر
دیکھ لیا بچشمِ تر

عاشق نامراد کی — آہ میں بھی نہیں اثر
بھرتے ہیں دم سب آپکا — جن و بشر شجر حجر
دھوئیگی داغِ معصیت — پاکی گریۂ سحر
عشق تلاشِ حسن میں — خاک بسر ہے دربدر
بزمِ سرورِ یار میں — غم کا بھلا کہاں گذر
کشمکشِ فراق سے — ہے لبِ جاں پہ الحذر
وصل کے بعد روح میں — کچھ بھی رہا نہ شور و شر
نورِ جمالِ یار پر — جم نہ سکی کوئی نظر
دیکھے جو انکو بیحجاب — کب ہے یہ طاقتِ بصر
جی کا نہو کہیں زیاں — راہِ جنوں ہے پُرخطر
کہنے گئے تھے اُنسے حال — کچھ بھی نہ کہہ سکے مگر
عشق سے درد کے سوا — دلکو ملا نہ کچھ ثمر
کثرتِ اشکِ شوق سے — دامنِ جان ہے پُر گہر

۱۹ مارچ سنہ ۴۳ء - بروز جمعہ

بے ہنری ہے عشق میں
حسرتِ زار کا ہنر

دل ہے ترے وصل کا طلبگار — دیوانہ بکارِ خویش ہشیار
قیدِ ہوس و خرد سے چھٹ کر — آزاد ہیں عاشقانِ احرار
سردارِ بلاکشانِ غم ہیں — اس جانِ جہانیاں کے بیمار
آمادۂ قتلِ عاشقاں ہے — وہ یار وہ شاہدِ ستمگار
بازارِ جمال میں لگے ہیں — دیکھو جدھر آرزو کے انبار
لٹ جائے نہ رختِ صبر ادل — اس خالِ سیاہ سے خبردار

۵ ستمبر سنہ ۴۳ء - بروز جمعہ

حسرت نے بھی مثلِ شمس تبریز
اشعار میں کہہ دیے سب اسرار

ابرو سے دنغمہ صحنِ گلزار
وعدے پہ وہ آئیں تو پھر اُسنے
پابوس کی التجا پہ اُس نے
مایوس وصال ہیں زباں پر
ہے شوق مری طلب کا بجد
یسوں سے ہو کیا کرم کی امید

قطعہ

تم پاس نہیں تو سب ہیں بیکار
اقرار بن آئیگا نہ انکار
کس ناز سے کہدیا خبردار
پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار
معلوم نہو سکے گی مقدار
ہے جنکی طرف نظر بھی دشوار

کب مائل غیر ہیں وہ حسرت
با ایں ہمہ التفاتِ بسیار

استادہ ہوے صفوف ابرار
مخموری عشق سے تو اے دل
انکار سے تیرے شہر دل میں
ہمرنگ شفق ہے آتش گل
لبریز نشاط ہے دل شوق
ہم جب سے ہوے ہیں کارِ عشق

قطعہ
ق

جنت کو چلے جو ہم گنہگار
زنہار جو ہو کبھی خبردار
آبادی آرزو ہے مسمار
سبزی ہے چمن کی رشکِ زنگار
آثارِ بہار ہیں نمودار
تسبیح بکار ہے نہ زنار

دنیا سے غرض نہ دین سے کام
حسرت ہے غریقِ جلوۂ یار

کھدیا خوب ہمکو پیار مگر
محفلِ غیر میں خدا کے لیئے
دیکھ اے احتیاطِ پائے جنوں

جبر اتنا بھی اختیار مگر
تو مجھے یاد بار بار مگر
خار ہے ڈر کے ہمکو خوار مگر

دشمنِ اہلِ اشتیاق نہ بن
حسنِ رخ کو نقابدار نکر

دیکھ اہلِ ہوس کو قولِ وصال
عشقبازوں کو شرمسار نکر

سوزِ غم کو بھی سازِ عیش سمجھ
عشق میں فرقِ نور و نار نکر

کم ہیں جتنے وہ داغ دیں حسرت
شوق سے کھائے جا شمار نکر

۱۲ دسمبر سنہ ۲۳ء یروڈا جیل

پیمان لطف و عہد وفا را نگاہدار
جانہا کہ رام تست خدا را نگاہدار

پنہاں بگوے حرف محبت باہلِ شوق
غمازی نسیم و صبا را نگاہدار

دشنام ناز خویش باغیار صرف ساز
تکریم اہل صدق و صفا را نگاہدار

در پیش تست مرحلۂ خون عاشقاں
شمشیر ناز و تیغ ادا را نگاہدار

اظہار لطفِ تو بہوس پیشگاں خوش ست
حسرت پسندی دلِ ما را نگاہدار

از آہ بیقرار دل آزردگاں بترس
تاثیر اضطراب دعا را نگاہدار

زنہار اگر ز حسن بخواہی مراد عشق
حسرت اصولِ فقر و فنا را نگاہدار

۲۵ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء یروڈا جیل

السلام اے بشیر و نذیر
داعی و شاہد و سراج منیر

آرزو ہے کہ نام پاک حضور
کاش ورد زباں ہو وقتِ اخیر

تمنے کیونکر کیا دلوں کا شکار
ہے بظاہر کمان پاس نہ تیر

بہ طفیل صغیر ذرۂ عشق
محو سارے ہوئے گناہ کبیر

دلِ حسرت ہے سوزِ جاں کا ہلاک
جانِ حسرت ہے دردِ دل کی اسیر

در حجرۂ حسن کا نکر باز
مشتاقِ جمال ہیں نظرباز

محفل میں وہ جلوہ گر ہے بیباک
بیتاب ہیں عاشقانِ سرباز

آنکھوں ہی میں کٹ گئی شب ہجر
رونے سے نہ آئی چشم تر باز

کہتے ہیں درِ قبول اکثر (ق)
ہوتا ہے بہ نوبتِ سحر باز

اک نعرۂ حق سے تو بھی حسرت
کرنا ہو تو کر درِ اثر باز

۲۲ ستمبر ۱۹۰۲ء مقام جیل

ہوائے برشگالی ہے ہوس خیز
اگر ہے کوئی کہتا تنک مے سے پرہیز

تبسم ہے ترا اے شاہِ خوباں
سراسر اک تماشائے دلاویز

فسونِ طرفہ ہے حرفِ لبِ یار
گہے شکر شکن گا ہے نمک ریز

نہیں اب تک حواس عقل برجا
شرابِ عاشقی تھی کسقدر تیز

مجھے فیضِ سخن پہنچا ہے حسرت
ز روحِ پاکِ شمس الدین تبریز

شب ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء مقام جیل

میہماں اور میہمانِ عزیز
کون رکھیگا تم سے جان عزیز

ہم بھی گرویدۂ شہادت ہیں
آپ کو ہے جو امتحان عزیز

عاشقوں کی خراب حالی کو
رکھ نہ ظالم خدا کو مان عزیز

رہ کے دور اُن سے لطفِ زیست کہاں
جان کے ساتھ ہے جہان عزیز

کسقدر گوش یار کو حسرت
ہے ترے غم کی داستان عزیز

۱۲ فروری ۱۹۰۳ء مقام جیل

ہم کہیں تا کجا حدیثِ نیاز
جب سے بھی کہیں وہ دلبرِ ناز

عشق طاعت گزار ہو کہ نہ ہو
حسن ہر حال میں ہے بندہ نواز

رہ گئی ذات حق میں ہو کے فنا
اب نہ ہم ہیں نہ دل نہ سوز نہ ساز

دولتِ آرزو سے مالا مال
دلِ عاشق ہے اک دفینۂ راز

خونِ دل سے وضو کریں تو کہیں
بن پڑے جا کے عاشقوں کی نماز

ہند و ایراں ہیں خاص مسکنِ عشق — ماورائے عراق و شام و حجاز

دیکھئے دلپہ کیا بنے حسرتؔ
عشوہ گر حسن، عشق ہے جانباز

ردیف "س"

ہر درد ہر مرض کی دوا ہے تمھارے پاس — آتے ہیں سب یہیں کہ شفا ہے تمھارے پاس
کس کس خوشی سے ہوتے ہیں لوگوں کے دل اسیر — کیا چیز دامِ زلف دوتا ہے تمھارے پاس
سمجھاؤں لاکھ دل کو پر آتا نہیں قرار — اسکا بھی کچھ علاج بھلا ہے تمھارے پاس
سب حل ہوں مشکلیں جو ملے دولتِ یقیں — لوحِ طلسم بیم و رجا ہے تمھارے پاس
خاموش تم ہو سب ہیں ہلاکِ فریبِ لطف — اچھی یہ تیغِ نیم رضا ہے تمھارے پاس
کسکو نہیں قبول کہ ہے شغلِ مے حرام — ہر فصلِ گل میں ہو تو روا ہے تمھارے پاس
اقرار ہے کہ دل سے تمھیں چاہتے ہیں ہم — کچھ اس گناہ کی بھی سزا ہے تمھارے پاس
بیمارِ غم ہیں دور سے آئے ہیں سنکے نام — کہتے ہیں دردِ دل کی دوا ہے تمھارے پاس

۱۹، ستمبر ۱۹۱۳ء ۲۶ ر ... روز جمعہ

حسرتؔ کرو نہ دلمیں زیارت حضور کی
آئینۂ رسول نما ہے تمھارے پاس

ردیف "ش"

نارسائی میں بھی رہے اے کاش — دلکو حاصل سرورِ سعی و تلاش
مقصدِ عشق، جانِ عشق ہے درد — دردِ لذت فروش و راحت پاش

یوم ... ۱۰، ... ۱۹۱۳ء ۲ ر ... بروز ...

کیوں نہ آئے جو تو ہو بادہ فروش
نقدِ جاں لیکے حسرتِ قلاش

جلوۂ حق کو ہے نظر کی تلاش — دلِ عاشق کرے بصر کی تلاش
حالِ دلکی اُنھیں خبر ہے یونہیں — ہمکو ناحق ہے نامہ بر کی تلاش

... ۱۹۱۳ء ... بروز ...

(ق)

حسن اُنکا اثر پذیر نہیں
جذب دل کو ہے کیون اثر کی تلاش

گمرہان وصال یار کریں
جا کے بانسے میں راہبر کی تلاش

شمس رومی سے پوچھ لیں ہو جنھیں
سخن عشق معتبر کی تلاش

اُس جفا جو سے ہے وفا کی امید
ثمر شاخ بے ثمر کی تلاش

ہو جنھیں ہو ہیں تو ہے حسرت
خواہش زر بھی در و سر کی تلاش

(۶ ق)
۹-۱۰ اکتوبر سنہ ۴۲ء ہردوئی جیل

جان ہے اپنی آب و گل کی خلش
مٹ چکی دل سے درد دل کی خلش

مدتیں ترک عاشقی کو ہوئیں
کہ رہا دل نہ زخم دل کی خلش

گاہ گاہ اب بھی ہوتی ہے محسوس
مگر اک شوق مشتعل کی خلش

دل سے محروم ہو کے بھی نہ مٹی
آرزو ہائے منفعل کی خلش

نہ رہا دلمیں تھا جو کچھ حسرت
مگر اک درد مضمحل کی خلش

۲ دسمبر سنہ ۴۲ء ہردوئی جیل

دشمن ہر عاقل و فرزانہ باش
اے دل اندر عاشقی دیوانہ باش

درد عشق اے میہمان جان من
باش و اے چہ رونق این خانہ باش

التفات از من مجو در بزم غیر
بیرخی در نزد تو ہم بیگانہ باش

ہمنشیں بازم حدیث لطف یار
گوئے و بر تکرار آں افسانہ باش

ساقیا جامے بہ حسرت نیز ہم
کامیاب شیشہ و پیمانہ باش

ردیف ”ص“

۲۴ دسمبر سنہ ۴۲ء ہردوئی جیل

آنکھوں نیں نور جلوۂ بے کیف وکم ہے خاص
جب سے نظر پہ انکی نگاہ کرم ہے خاص

ہمکو بھی کچھ عطا ہو کہ اے حضرت کرشن
اقلیم عشق آپ کے زیر قدم سے خاص

حسرتؔ کی بھی قبول ہو متھرا میں حاضری
سنتے ہیں عاشقوں پہ تمھارا کرم ہے خاص

(۱۹- اکتوبر ۱۹۳۲ء بروز دو شنبہ)

نہوے آپ آشنائے خلوص
نہ سنی میری التجائے خلوص

طے کرائے دل بزورِ علم و عمل
راہ بیم و رجا بپائے خلوص

زہد حیرانِ کارِ عشق ہوا
ہم میں پا کر نہ کچھ سوائے خلوص

ذکر و فکر و ریاض و صوم و صلوٰة
سارے جھگڑے ہیں اک برائے خلوص

اور حقیقت میں انکے سب کے سوا
عشق ہے اصل مدعائے خلوص

تم دعا کو بھی التجا سمجھے
تھی وہ حالانکہ اک صدائے خلوص

اُنکو اب ضد یہ ہے کہ حسرتؔ بھی
شوق پیدا کرے بجائے خلوص

ردیف "ض"

(۹- نومبر ۱۹۳۲ء ساڑھے گیارہ بجے (?) ...)

سرخیِ حسن ہے ملبوسِ نگارِ عارض
یا عیاں نور کے پردے میں ہے نارِ عارض

دیکھنا صبحِ شبِ وصل بہارِ عارض
لیلیِ گیسو سے نمایاں ہے نہارِ عارض

خواب راحت سے اُٹھے وہ تو بُتے زینتِ حسن
رونقِ صبح بنی آئینہ دارِ عارض

اُس شہِ حسن کے ماتحت ہے دنیائے جمال
خلخ لب ختن جبہہ تتارِ عارض

گریۂ اہلِ تمنا کے اثر سے حسرتؔ
ملکِ خوبی میں ہے سرسبز جوارِ عارض

(۲۶ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز دو شنبہ ...)

کیونکر کہیں کہ ہم پہ اطاعت نہیں ہے فرض
فطرت پہ کیا تمھاری محبت نہیں ہے فرض

بیخود ہیں جائیں گے تری محفل میں بے دھڑک
کچھ ہم پہ التماس اجازت نہیں ہے فرض

پھر کیوں جفائے یار سے نالاں ہیں اہلِ دل
کیا عاشقوں پہ شوقِ شہادت نہیں ہے فرض

بے ضرب و ذکر و فکر ملے گی ہمیں مراد
اہلِ ولا پہ ... وریاضت نہیں ہے فرض

حسرت کرو دعا کہ رہے دل فگارِ عشق
تدبیرِ اندمالِ جراحت نہیں ہے فرض

دلربائی تھی آشتی سے غرض
کچھ نہیں اور عاجزی کے سوا
جنکی ہے حسنِ دائمی پہ نظر
دلکو اک ترکِ عشق پر بھی رہی
حال ابتر ہے عاشقوں کا تو ہو
بیخود اں خدا نہیں رکھتے
اب ہے اس بندۂ تغافل کو
کچھ نہیں جانتے وفا و جفا

۹ - اکتوبر ۱۹۲۳ء یروڈا جیل پونا

اب اُنھیں کیا بھلا کسی سے غرض
ہمکو اظہارِ عاجزی سے غرض
کیا اُنھیں عشقِ عارضی سے غرض
حسن کی خواہشِ خفی سے غرض
زلفِ جاناں کو برہمی سے غرض
سرو سامانِ آگہی سے غرض
دوستی سے نہ دشمنی سے غرض
جنکو ہے آپکی خوشی سے غرض

پاسِ خاطر ہے حسنِ خوباں کا
ورنہ حسرت کو شاعری سے غرض

ردیف "ط"

الفت نہ مروت نہ مروت کے شرائط
اب دیر نہیں کچھ تری شہرت میں کہ واعظ
تہذیب نظر سے ترے دیدار کے طالب
محفل میں تری جاذبِ محبت سے بھی ڈل نے

۹ - نومبر ۱۹۲۳ء یروڈا جیل

پورے ہوے کون اُنسے محبت کے شرائط
موجود ہیں سب کشف و کرامات کے شرائط
پورے تو کریں پہلے زیارت کے شرائط
طے کر لئے پہلے سے وکالت کے شرائط

رکھتے ہیں عبث چشم ولا ہمسے وہ حسرت
نابود ہوے جن سے خلافت کے شرائط

ردیف "ظ"

حور کا ذکر ہے کیا کیا بزبانِ واعظ

وصفِ جنت میں سُنے کوئی بیانِ واعظ

بن پڑا کچھ بھی نہ رندوں کے دلائل کا جواب
سخت چکر میں ہے عقلِ ہمہ دانِ واعظ

اگرم دنیائے ریا میں ہے جو بازارِ فریب
آجکل خوب ہی چلتی ہے دکانِ واعظ

گرد میں رند کہ چھوڑیں گے نہ دامن تیرا
کس مصیبت میں پھنسی آنکے جانِ واعظ

(۱۰ نومبر سنہ ۱۳۲۳ء ۳ بجے ۱۹۰۶ء اپریل)

لیگیا ہے کوئی پگڑی جو اڑا کر حسرت
مجھ گنہگار پہ ناحق ہے گمانِ واعظ

ردیف ”ع“

عشق ہے جان و مال اہلِ سماع
دولت لازوالِ اہلِ سماع

اہلِ دل کا ہے ایک ہی مسلک
مسلکِ بیمثالِ اہلِ سماع

کشتۂ عشق ہے ہر اک انکا
رحمتِ حق بحالِ اہلِ سماع

اُنسے جو کچھ ہے سب محبت ہے
حال ہو یا کہ قالِ اہلِ سماع

(۲۴ ستمبر سنہ ۱۳۲۴ء ۳ بجے ۱۹۰۶ء اپریل)

زاہدوں کے پڑیگا سر حسرت
اک نہ اک دن وبالِ اہلِ سماع

ظلمتیں دلکی سب ہوئیں مرفوع
کہ ہوا بدرِ عشقِ یار طلوع

مذہبِ عشق ماہرویاں کے
دلکو سب یاد ہیں اصول و فروع

توجو ساقی بنے تو شغلِ شراب
محتسب بھی کہے کہ ہے مشروع

عیشِ جاں بھی ہے جسپہ دل سے نثار
کسقدر دردِ عشق ہے مطبوع

(۹ نومبر سنہ ۱۳۲۴ء ۳ بجے ۱۹۰۶ء اپریل)

خاکسارانِ عاشقی حسرت
کچھ نہیں جانتے سجود و رکوع

ردیف ”غ“

غم و فکر و شوق و تمنا سے فارغ
ہیں عاشق ترے ساری دنیا سے فارغ

نہ تم ہو مرے جذبِ الفت سے سیم
نہ یوسف تھے عشقِ زلیخا سے فارغ

(۷ ستمبر سنہ ۱۳۲۴ء ۳ بجے ۱۹۰۶ء اپریل)

انھیں جلوہ گر دل میں ہر لحظہ پا کر
تمنا ہے فکرِ تماشا سے فارغ

وہ مطلق ہیں خود اُنکی نسبت ہی لیکن
نہ اعلیٰ سے فارغ نہ اَدنےٰ سے فارغ

پناہِ محبت میں ہم آ کے حسرت
ہوئے خوفِ احکامِ بیجا سے فارغ

آئینہ دیکھئے کہ سب آئے نظر دروغ
ہمشکل ہم ہیں قول یہ ہے سر بسر دروغ

ہم اُنپہ مر کے زندۂ جاوید ہو نہ جائیں
ٹھہرے کہیں نہ حکمِ قضا و قدر دروغ

دلداریوں کے واسطے کب ہے یہ دلبری
اتنا تو ہم سے بول نہ اے فتنہ گر دروغ

تسکینِ غم کی اور تو کیا دل کو ہے امید
شہرا جفائے یار کا ٹھہرے مگر دروغ

حسرت یہ ہجرِ یار میں کیا حال کر لیا
دعوائے صبر آپکا تھا کسقدر دروغ

ردیف "ف"

مونسِ بیکساں درود شریف
راحتِ عاشقاں درود شریف

طالبانِ وصال کو ہر دم
چاہیئے بر زباں درود شریف

میری جانب سے اُنکے پاس مَلَک
لیچلے ارمغاں درود شریف

یہ بھی اک فیضِ عشق ہے ورنہ
ہم کہاں اور کہاں درود شریف

شوقِ نامِ حضور کا حسرت
بنگیا ترجماں درود شریف

نظر اُس رخ پہ ہے ادب کے خلاف
دل ہے اس فیصلے میں سب کے خلاف

کچھ بھی ہم اُنسے کہہ سکے نہ کہیں
ناخوشیہائے بے سبب کے خلاف

سکرِ غم تابعِ خمار نہیں
مستیٔ بادۂ عنب کے خلاف

آج پھر کیا وہ روز کرتے ہیں
بیرخی وعدہ ہائے شب کے خلاف

حسنِ جاناں کے عہد میں حسرت
شوق ٹھہرا ہے ماوجب کے خلاف

ردیف "ق"

۲/ نومبر ۱۹۴۳ء ۲۹/۱۱/۲۳ حصل

پڑھئے اسکے سوا نہ کوئی سبق
خدمتِ خلق و عشقِ حضرتِ حق

ترکِ غم پر بھی دردِ دل کا رہا
سالہا سال آرزو کو قلق

وصل میں بھی غذائے روح رہا
دردِ فرقت بقدرِ سدِّ رمق

مٹ گئے دل سے عاشقی کے نقوش
رہ گیا سادہ زندگی کا ورق

شعرِ حسرت نے سارے کھول دئے
عشقبازی کے عقدہائے ادق

۱/۱۶ دسمبر ۱۹۴۶ء ۲۱/۱۲/۹ حصل

جیتے ہیں دردِ محبت کے سہارے عاشق
عاشقِ عشق بھی ہیں حسن کے مارے عاشق

آ گئی کسکے جمالِ عرق آلود کی یاد
رات بھر گنتے رہے ہجر میں تارے عاشق

تمھیں انصاف کرو تم سے جدا رہ کے بھلا
عمر آرام سے کسطرح گزارے عاشق

اب اُٹھاؤ بھی کہیں پردہ بہت آج تلک
کر چکے چشمِ تصور سے نظارے عاشق

قدرِ حسرت اُنھیں کب جا کے ہوئی ہے کہ ہوئے
وہ بھی اک شوخ جفاکار پہ بارے عاشق

ردیف "ک"

۱۰/۳ اگست ۱۹۴۵ء ۲ صفر ۱۳ حصل

امامِ برحقِ اہلِ رضا سلام علیک
شہیدِ معرکۂ کربلا سلام علیک

گلِ مرادِ ولایت حسینؑ ابن علیؑ
تتمۂ شرفِ مصطفےٰ سلام علیک

ثبوت یہ ہے کہ نورِ شہادتِ کبریٰ
تری جبیں سے نمایاں ہوا سلام علیک

عبث ہے انھیں راہِ صبر و حق کی تلاش
تری مثال ہے جب رہنما سلام علیک

ترے طفیل میں حسرت بھی ہو شہیدِ وفا
یہی دعا ہے یہی مدعا سلام علیک

(غزل — اردوئے معلیٰ — نمبر ۲۶)

چھپیگی تری دوستداری کہانتک
کریگا دل انکارِ یاری کہانتک

نظر باز اُڑا لیں گے سب حال شب کا
چھپے گی وہ چشمِ خماری کہانتک

کریگی فقیروں سے اے شاہ خوباں
تغافل تری شہریاری کہانتک

سرِ راہ بیٹھے ہیں بے خواب و خور ہم
نہ نکلے گی اُنکی سواری کہانتک

کرو سیرِ دنیائے حیرت بھی حسرت
خردمندی و ہوشیاری کہانتک

ردیف ”دال“

(غزل — اردوئے معلیٰ — نمبر ۲۷)

نہ کیا بارِ غم کسی نے قبول
غیرِ انساں کہ تھا ظلوم و جہول

بھیجئے تحفۂ درود و سلام
بجنابِ رسولؐ و آلِ رسولؐ

خاصہ بر روحِ پر فتوحِ حسینؑ
نورِ چشمِ علیؑ و جانِ بتولؑ

نوجوانانِ خلد کے سردار
گلبنِ روضۂ رسولؐ کے پھول

جنکے روضے پہ رحمتِ حق کا
روز ہوتا ہے کربلا میں نزول

جملہ اربابِ صبر و فقر و فنا
جن سے سیکھے ہیں عاشقی کے اصول

بارگاہِ حضور میں حسرت
کاش ہوجائے یہ غزل مقبول

(غزل — اردوئے معلیٰ — نمبر ۲۸)

رنجِ بیجا یہ کیا ہمنے جو اظہارِ ملال
اُنکی چتون سے عیاں پھر ہوئے آثارِ ملال

وہ جو بگڑے تو بنی حسن کی تصویرِ غضب
گُلِ ناز اُنکے ہوئے طرۂ دستارِ ملال

اپنی محفل میں علی الرغمِ عدو کر کے طلب
مجھکو ناحق وہ بناتے ہیں گنہگارِ ملال

چھپ سکیگا نہ چھپائے سے کبھی انکا غبار
کب تلک آپ کیئے جائیں گے انکارِ ملال

حال اس خوف سے ہم کہہ نہیں سکتے اپنا
کہ مبادا ہو ترا دل بھی گرانبارِ ملال

روٹھ کر مِل بھی کہیں جلد وہ جائیں حسرت
کہ سنائیں اُنھیں ہم جا کے یہ اشعارِ ملال

ردیف "م"

سیہ کار تھے باصفا ہو گئے ہم
نہ جانا کہ شوق اور بھڑکیگا میرا
دم واپسیں آئے پرسش کو ناحق
جب اُنسے ادب نے نہ کچھ منہ سے مانگا

ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم
وہ سمجھے کہ اس سے جدا ہو گئے ہم
بس اب جاؤ تمسے خفا ہو گئے ہم
تو اک پیکر التجا ہو گئے ہم

۱۲ جون سنہ ۱۸ء [illegible]

فنا ہو کے راہ محبت میں حسرت
سزاوار خلد بقا ہو گئے ہم

کرو کچھ تو ارشاد یا غوث الاعظم
گرفتاری حسن فانی سے دلکو
رہِ عاشقی میں کہیں میری محنت
زیارت ہزار دلکو ہوتی ہے اکدن

سنو میری فریاد یا غوث الاعظم
کرو جلد آزاد یا غوث الاعظم
نہ ہو جائے برباد یا غوث الاعظم
اُسے بھی کرو یاد یا غوث الاعظم

۱۵ نومبر سنہ ۱۹ء بروز جمعہ (ق)

کہانتک رہے دلمیں حسرت کے آخر
تمنائے بغداد یا غوث الاعظم

رنج راحت ہے سکونِ غمِ ہجراں کی قسم
کیا تھے ہم ہو گئے اک ساغرِ مے سے کیا ہم
تجھکو مخمور جو دیکھا ہے تو اے پیکر ناز
عالم حسن میں یکتا ہے ترا جلوۂ نور
آج اگر منہ نہ بھڑا دے لبِ ساغر سے مرا
آجتک یاد ہیں صدمے جو دئے تھے تو نے

یادِ جاناں کی قسم جلوۂ جاناں کی قسم
جا دوے گردش پیمانۂ گرداں کی قسم
مست ہم بھی ہیں تری مستی لرزاں کی قسم
ماہِ تاباں کی قسم مہر درخشاں کی قسم
ساقیا تجھکو مری مستی پیماں کی قسم
اے جفا کار تری کثرتِ احسانکی قسم

۵-۱۰ اکتوبر سنہ ۲۳ء بروز جمعہ

حسرت اب کیوں ہیں وہ بردیں ماندِ وفا
"ہم نہ دیکھیں گے ہیں دیدۂ حیراں کی قسم"

مانوس ہو چکے تھے ازل میں فنا سے ہم
کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوے آرزو
عرضِ کرم سے پہلے ہی بولے وہ رمزِ وصل
اُس انجمن کے شوق میں جی کانیاں سہی
گویا وہ سب سنا ہی تو دیگی وہانکا حال
محرومیاں بھی انکی ہیں عنوانِ التجا

۲۱-اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء بروڈا جیل

اس انتہا کو جانتے ہیں ابتدا سے ہم
آنکھیں جب اپنی ملتے ہیں انکی ردا سے ہم
شرمندہ ہوں کہیں نہ تری التجا سے ہم
اکبار اُنکو دیکھ تو لیں گے بلا سے ہم
کیا کیا سوال کرتے ہیں بادِ صبا سے ہم
کہتے ہیں وہ کہ ڈرتے ہیں اہلِ وفا سے ہم

حسرت خیال غیر سے بیگانہ ہو گئے
مانوس ہو کے اُس نگہِ آشنا سے ہم

ردیف "نون"

عشق میں جذب کیا اثر بھی نہیں
جل چکا آپ کا فریبِ وفا
ہمکو اب شوقِ مے کہاں لیکن
بیدلی میں فغانِ شام تو کیا

۲۰-جنوری سنہ ۱۹۱۹ء مقام لکھنؤ

مر مٹے ہم اُنھیں خبر بھی نہیں
اب میں اس درجہ بیخبر بھی نہیں
مفت ملجاے تو حذر بھی نہیں
صورتِ گریۂ سحر بھی نہیں

بادہ نوشی میں سچ تو ہے حسرت
نفع شاید نہو ضرر بھی نہیں

ایدل اُنکو وفا کی خو ہی نہیں
عشق سے ملکے عقل حیراں کا
حُسن ہے بے نیازِ عشق و ہوس
کوے جاناں میں کھو کے بیٹھ رہے

سنہ ۲۰ء مقام علی گڑھ

درخورِ لطف یا کہ تو ہی نہیں
اب وہ اندازِ گفتگو ہی نہیں
ہم بھی ناکام ہیں عدو ہی نہیں
اب ہمیں دل کی جستجو ہی نہیں

کثرتِ شوق سے ہمیں گویا
حسرت اب کوئی آرزو ہی نہیں

مطلع برائے رسالۂ صبحِ امید لکھنؤ

روح کو محوِ جمالِ رخِ جاناں کرلیں
ہم اگر چاہیں تو زنداں کو گلستاں کرلیں

انکو لکھیں جو خطِ شوق تو اربابِ صفا
نقشِ اخلاص کو زیبائش عنواں کرلیں

رنج راحت ہے اگر حسبِ تقاضائے مراد
اہلِ تسلیم ترے درد کو درماں کرلیں

اہلِ ظاہر سے بچانا ہو تو لازم ہے کہ ہم
پردۂ جاں میں ترے درد کو پنہاں کرلیں

کیا کریں اسکے سوا تیرے تغافل کا علاج
کہ دلِ زار کو گرویدۂ حرماں کرلیں

جان دینا ہے تو کردیں ترے قدمونپہ نثار
کام مشکل ہے تو مشکل کو ہم آساں کرلیں

طالبانِ کرمِ یار بہ رنگینیٔ عشق
دامنِ زہد پہ گلکاریٔ عصیاں کرلیں

دل میں جا دیکے ترے درد کو اربابِ ہوس
اب بھی گر چاہیں تو گنجائشِ ایماں کرلیں

اب اُسے شوق سے مہماں بلائیں حسرتؔ
کچھ مگر نذرِ دل و جاں کا تو ساماں کرلیں

۲۲ - جولائی سنہ ۲۳ء مسابقۂ سنجوبری احمد آباد

فیضِ محبت سے ہے قیدِ محن
میرے لئے ایک بلائے حسن

شامِ غریباں کے برابر کہاں
مذہبِ عشاق میں صبحِ وطن

آہ وہ غارتگرِ صبر و شکیب
سلسلۂ زلفِ شکن در شکن

فتنۂ جاں وہ سخنِ دلپذیر
دشمنِ دیں وہ نگہِ سحر فن

جب سے کہا عشق نے حسرتؔ مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

۱۲ - جون سنہ ۲۳ء مسابقۂ سنجوبری احمد آباد

لطف کی اُن سے التجا نہ کریں
ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں

مل رہیگا جو اُن سے ملنا ہے
لب کو شرمندۂ دعا نہ کریں

صبر مشکل ہے آرزو بیکار
کیا کریں بیخودی میں کیا نہ کریں

مسلکِ عشق میں ہے فکر حرام
دلکو تدبیر آشنا نہ کریں

مرضیٔ یار کے خلاف نہ ہو
لوگ میرے لئے دعا نہ کریں

شوق اُنکا سو مٹ چکا حسرت
کیا کریں ہم اگر وفا نہ کریں

۲۶- مارچ ۱۹۱۷ء یرودا جیل

کچھ میرے حالِ زار کی اُنکو خبر نہیں
کیا ہو جو میں ہی جا کے سنا دوں مگر نہیں

پہلو میں دلکو پوچھ رہی ہے نگاہِ یار
کیا جانئے اب کوئی وہ کدھر ہے کدھر نہیں

کب تھے وہ میرے حال سے اسدرجہ بیخبر
کیونکر کہوں میں نالۂ دل بے اثر نہیں

ہم بیکسوں کو قتل جو کرتا ہے بیگناہ
کچھ اے عزیز تجھکو خدا کا بھی ڈر نہیں

ہو یار تک رسائیٔ حسرت نہ کیوں محال
اس محفلِ سرور میں غم کا گزر نہیں

۱۱- اگست ۱۹۱۷ء یرودا جیل

ہم دیر سے نظارۂ خوباں میں لگے ہیں
یہ بھول غضب گلبنِ ایماں میں لگے ہیں

ٹکڑے ہیں یہ کسکے دلِ محروم کے ظالم
اب تک جو ترے تیر کے پیکاں میں لگے ہیں

مجھسے وہ کھلیں کیا کہ نظر اٹھ نہیں سکتی
محجوب ہیں پیمائشِ داماں میں لگے ہیں

لگتی ہی نہیں روضۂ رضواں میں طبیعت
اُنکی جو سیر کوچۂ جاناں میں لگے ہیں

باقی نہیں اک تار بھی دامن میں جو حسرت
اب اہلِ جنوں فکر گریباں میں لگے ہیں

۳۰- جولائی ۱۹۱۷ء یرودا جیل پونا

نہ سہی گر اُنھیں خیال نہیں
کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں

یاد اُنھیں وعدۂ وصال نہیں
کب کیا تھا یہی خیال نہیں

ایسے بگڑے وہ سنکے شوق کی بات
آج تک ہمسے بول چال نہیں

مجھکو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے
خاطرِ یار بے ملال نہیں

عفوِ حق کا ہے میکشوں پہ نزول
ریزشِ ابرِ برشگال نہیں

سنکے مجھسے وہ خواہشِ پابوس
ہنسکے کہنے لگے مجال نہیں

آپ نادم ہوں کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہیں

۱۳-جولائی ۱۹۱۳ء بروز دو شنبہ

اُس بت کے پجاری ہیں مسلمان ہزاروں
بگڑے ہیں اسی کفر میں ایمان ہزاروں

تنہائی میں بھی تیرے تصور کی بدولت
دل بستگیٔ غم کے ہیں سامان ہزاروں

آنکھوں نے تجھے دیکھ لیا اب اُنھیں کیا غم
حالانکہ ابھی دلکو ہیں ارمان ہزاروں

چھانے ہیں ترے عشق میں آشفتہ سری نے
دنیائے مصیبت کے بیابان ہزاروں

اک بار تھا سر گردنِ حسرت پہ رہیں گے
قاتل تری شمشیر کے احسان ہزاروں

۱۱-اگست ۱۹۱۳ء بروز دو شنبہ

اک طرفہ ماجرا ہے درکوے میفروشاں
سرگرمِ بادہ نوشی انبوہِ خرقہ پوشاں

مصروفِ یادِ حق ہیں رندانِ لااُبالی
گویا ہے بزمِ ساقی اک محفلِ خموشاں

کام آئیگی نہ کچھ بھی کیا اپنی جانفشانی
اے شاہِ ماہ رویاں اے جانِ سرفروشاں

بے پردہ جلوہ گر ہے محفل میں وہ خود آرا
کیونکر چمک نہ اُٹھے تقدیرِ دلفروشاں

ہم بھی بگڑ کے رہتے اس بخیر سے حسرت
انکار میں جو ہوتا آئینِ دُردنوشاں

۱۷-جون ۱۹۱۳ء بروز دو شنبہ

یہ کس بزم کے ہم نکالے ہوئے ہیں
کہ محرومیوں کے حوالے ہوئے ہیں

وہ اب آئیں محفل میں سب اہلِ محفل
خبردار ہیں دل سنبھالے ہوئے ہیں

محبت کی خوشبو سے بدمست ہیں سب
تری شال تیرے دوشالے ہوئے ہیں

وہ بے پردہ ہوتے ہیں ظاہر یا لیکن
دوپٹہ یونہیں منھ پہ ڈالے ہوئے ہیں

ضیا بارئ حسنِ جاناں سے حسرت
اندھیرے دلوں کے اُجالے ہوئے ہیں

کب وہ بلاتے ہیں دوبارا ہمیں
جب نہ دیدکا [illegible] ہمیں

ہوش میں کیا آئیں نہیں چھوڑتا
جلوۂ جاناں کا نظارا ہمیں

کچھ بھی نہیں ہے اگر انکے بقول
پھیر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں

اُنکی حیا کتنی ہے معلوم ہے
حال ترے شوق کا سارا ہمیں

حکمِ فنا کی انھیں حاجت نہ تھی
آنکھ سے کافی تھا اشارا ہمیں

کون ہے کیا ہے وہ بتِ بیوفا
کوئی بتاؤ یہ خدارا ہمیں

اُس دلِ نازک پہ نہو گر اثر
ہے غمِ فرقت بھی گوارا ہمیں

کاش جلا بھی وہی لے پھر کہیں
جس نگہِ لطف نے مارا ہمیں

وہ بھی نہ حسرت کہیں دیدیں جواب
ایک اُنھیں کا ہے سہارا ہمیں

۱۶ تا ۱۹ جولائی سنہ ۲۳ء یرودا جیل پونا

اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں
تم پھر بھی کہے جاؤ یہ "بیمار کہاں ہیں"

ہمکو یہی کیا کم ہے کہ بندے ہیں تمھارے
دعوائے محبت کے سزاوار کہاں ہیں

سجدے کئے اُس در کے اسی عذر پہ لاکھوں
ہم عاشقِ بیخود ہیں گنہگار کہاں ہیں

اکبار چلے جاؤ دکھا کر جھلک اپنی
ہم جلوۂ پیہم کے طلبگار کہاں ہیں

پوشیدہ ہم اُس گوشۂ محفل میں تھے حسرت
جسمیں یہ نہ جانے نگہ یار کہاں ہیں

۸ ستمبر سنہ ۲۳ء یرودا جیل

نغمہ و مے کا حکم عام نہیں
عاشقو نیز یہ کچھ حرام نہیں

ظرفِ رنداں کی آزمائش ہے
بزمِ ساقی میں دورِ جام نہیں

فتنۂ عشوہ گفتگو ہے تری
محشرِ ناز ہے خرام نہیں

سخت عاصی ہے شاد خاطرِ زہد
کہ ترے کفرِ غم کی رام نہیں

کبھی اقرار ہے کبھی انکار
کچھ تری بات کو قیام نہیں

جلوہ فرما وہ اب ہوے بھی تو کیا
کوئی مشتاق زیرِ بام نہیں

عید میں بھی شراب سے انکار
کچھ یہ حسرت مہ صیام نہیں

۱۴ اکتوبر سنہ ۲۳ء یرودا جیل

لطف و کرم کی راہ سے اے جانِ عاشقاں — رہ جا کبھی تو آن کے مہمانِ عاشقاں

ہر ہر قدم پہ راہِ وفا میں ہے خوفِ جاں — گر ہو نہ لطفِ یار نگہبانِ عاشقاں

رنگینیٔ سرشکِ محبت کے حسن سے — دامانِ عاشقاں ہے گلستانِ عاشقاں

سچ پوچھیے تو حسن سے کچھ کم نہیں ہے عشق — یہ جانِ عاشقاں ہے وہ جانانِ عاشقاں

خلقِ خدا ہے گوش بر آوازۂ جمال — مانیں گے اب بھی آپ نہ احسانِ عاشقاں

ہمکو گدا نہ جان کہ اے سرفرازِ ناز — افتادگی ہے شیوۂ شاہانِ عاشقاں

نورِ خیالِ یار سے روشن ہے سر بسر — با وصفِ ظلمِ ہجر شبستانِ عاشقاں

لیتے ہیں آرزو کا یہیں آ کے سب سبق — گویا ہے بزمِ یار دبستانِ عاشقاں

۱۱- نومبر سنہ ۲۳ء یروودا جیل پونا

لکھتا ہوں مرثیہ نہ قصیدہ نہ مثنوی
حسرت غزل ہے صرف مری جانِ عاشقاں

یکرہ بہ دیارِ غم گذر کن — برخانہ خرابیم نظر کن

از فتنۂ آہِ دردمنداں — ایمن چہ نشستہ حذر کن

گاہے بمزارِ من گر آئی — پوشیدہ ز خلق چشم تر کن

فریاد مکن ز دستِ جورش — یا اے دلِ زار بے اثر کن

گاہے شبِ غم بیادِ لطفش — گاہے بامیدِ آں سحر کن

خاکِ درش اندرہ عقیدت — بر داشتہ سرمۂ نظر کن

۱۰- نومبر سنہ ۲۳ء یروودا جیل پونا

حسرت ز لباسِ عقل بگذر
رو کسوتِ عاشقی بہ بر کن

حسن کے ہم ہلاکِ دید بھی ہیں — یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں

خانہ زادِ جفائے مختصِ دوست — طالبِ شدتِ مزید بھی ہیں

باوجودِ علائقِ کثرت — عصرِ توحید کے وحید بھی ہیں

۲۰- جنوری سنہ ۲۴ء یروودا جیل

ہوش گم کردۂ سبیلِ رشاد
عقل کے پیرو و رشید بھی ہیں

کامیابِ مرادِ غم حسرت
شادیِ شوق کے مرید بھی ہیں

۳۱ - جنوری ۱۹۲۲ء
۲ فروری ۱۹۲۲ء یروڈا جیل پونا

حال کیا اُنسے بار بار کہیں
نہ سنیں گے وہ ہم ہزار کہیں

مرمٹے ہیں اسی لیئے کہ ہمیں
شاید اپنا وہ جاں نثار کہیں

مایۂ عیش بھی ہے غم کی خلش
اب اسے گل کہیں کہ خار کہیں

شاہِ خوباں کہ دزدِ رہزنِ دل
کیا تجھے اے نقابدار کہیں

اُنکی آنکھیں اگر کہیں تو غضب
دلکا افسانہ آشکار کہیں

روئے جاناں کے عاشقوں کو نکیوں
لوگ دیوانۂ بہار کہیں

نامرادی مراد ہے حسرت
جب ہمیں خود وہ کامگار کہیں

۱۹، مارچ ۱۹۲۲ء تا ۲ مئی ۱۹۲۲ء یروڈا جیل پونا

ہم حال اُنھیں یوں دلکا سنانے میں لگے ہیں
کچھ کہتے نہیں پاؤں دبانے میں لگے ہیں

لاکھوں ہیں تری دید کے مشتاق مگر ہم
مجبور تجھے دل سے بھلانے میں لگے ہیں

اور ایسے کہاں حیرت و حسرت کے مرقعے
اے دل جو ترے آئینہ خانے میں لگے ہیں

کہتا ہے اُنھیں یہ کہ نہ ہم ہونگے مخاطب
پر کہتے نہیں زلف بنانے میں لگے ہیں

کچھ ہوش سر و پا کا نہیں رندِ خرابات
اُٹھی ہے گھٹا دھوم مچانے میں لگے ہیں

قاتل ترے دامن پہ مرے خون کے دھبے
کچھ اور بھی خنجر سے چھٹانے میں لگے ہیں

ہر دم ہے یہ ڈر پھر نہ بگڑ جائیں وہ حسرت
پہروں جنھیں رو رو کے ہنسانے میں لگے ہیں

ردیف "و"

نامرادوں کو شاد کام کرو
کرم اپنا کبھی تو عام کرو

کارِ عاشق ہے ناتمام سو تم — قتل کر کے اُسے تمام کرو
سبکی خاطر کا ہے خیال بھی — کچھ ہمارا بھی انتظام کرو
کھل سکے جب تلک نہ راہِ مراد — منزلِ صبر میں قیام کرو

(۱۲ - اگست ۱۹۲۲ء سنٹرل جیل الہ آباد)

پوچھتے ہیں وہ جاں نثاروں کو
تم بھی حسرت اُٹھو سلام کرو

لاکھ اُس شوخِ جفا کار سے پرہیز کرو — شوق پھر بھی یہی کہتا ہے سب انگیز کرو
میکشو یونہیں گزر جائے نہ تاریکیِ ابر — جام کو بادۂ پر نور سے لبریز کرو
فرق لائے نہ کہیں تیزیِ صہبا میں گلاب — مغبچو تم کو قسم ہے جو کچھ آمیز کرو
عاشقو دور نہیں منزلِ مقصودِ وصال — بادپائے طلبِ یار کو مہمیز کرو

(۱۱ - اگست ۱۹۲۳ء یرودا جیل)

اثر اُس خاطرِ بے غم پہ نہو گا حسرت
نالۂ شب گیر کہ تم آہِ سحر خیز کرو

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو — پھیلے جاتے ہیں رخِ یار پہ سارے گیسو
ظلمتِ زلف سے نورِ رخِ انور نہ دبا — جیت عارض کی ہوئی شرط میں ہارے گیسو
مائلِ شوق مجھے پا کے وہ بولے ہنسکر — دیکھو تمنے جو چھوئے آج ہمارے گیسو
نورِ ایماں کے معاون ہیں تمھارے عارض — کفرِ عشاق کے حامی ہیں تمھارے گیسو
فلکِ حسن پہ ہے ناز کے تاروں کی نمود — یا تہِ زینتِ افشاں ہیں تمھارے گیسو
کام آئیگی وہ کیا اُنکی پریشانی میں — چشمِ بیمار کے ڈھونڈھیں نہ سہارے گیسو

(۳۰ - ستمبر ۱۹۲۳ء یرودا جیل)

فاتحہ پڑھنے چلے مرقدِ حسرت پہ جو وہ
پہلے کس ناز سے رو رو کے سنوارے گیسو

جسنے سونگھی ہے تری زلفِ سیہ کار کی بو — کیا پسند آئے اُسے نافۂ تاتار کی بو
آج تک جس سے معطر ہے محبت کا مشام — آہ کیا چیز تھی وہ پیرہنِ یار کی بو

(۲۰ - اکتوبر ۱۹۲۳ء)

بے پیئے مست کیئے دیتی ہے اے پیر مغاں
ہوس انگیز تمنا ہے لب یار کا رنگ

تحریر ۱۳۲۲ء ذی

مے پرستو نکو ترے ساغر سرشار کی بو
روشنی بخش نظر ہے مے گلنار کی بو

مستی حسن کے درجوں میں ہے کامل حسرت
شاہدان دکن و خلخ و فرخار کی بو

آرزو لازم ہے وجہ آرزو ہو یا نہو
ہم وہ کہتے ہیں کرینگے آج اظہار کرم
چاہتے ہیں وہ چمن میں کثرت حسن گلاب
اب کسیکو اور کیا چاہیں گے ہم تیرے سوا

تحریر ۱۳۲۲ء حلبی
۲۳ فروری ۱۹۰۴ء

التفات اُس کافر خود بیں کی خواہو یا نہو
اس سے کچھ مطلب نہیں محفل میں تو ہو یا نہو
موتیا بیلا چنبیلی ناز بو ہو یا نہو
حسن کی دنیا میں تجھسا خوبرو ہو یا نہو

شغل مے حسرت ہے روز ابر و باراں میں ضرور
صحن گلزار و کنار آبجو ہو یا نہو

ردیف "ہ"

خلش خار سے خدا کی پناہ
آچکی اب کسی کو شوق میں نیند
پھر ہوا دل کو شوق شاہد مے
بڑھ کے اشرار سے ہوں جنکے غرور

تحریر ۱۳۲۲ء حلبی ۲۳ فروری ۱۹۰۴ء

نگہ یار سے خدا کی پناہ
تیرے اقرار سے خدا کی پناہ
ابر بسیار سے خدا کی پناہ
ایسے احرار سے خدا کی پناہ

سامنا کون کرسکے حسرت +
اُن کی تلوار سے خدا کی پناہ +

خیال غیر حق دل سے مٹا دو یا رسول اللہ
تجلی طور پر جس نور کی دیکھی تھی موسیٰ نے
علی آگاہ جس سے ہو کے باب علم کہلائے
حسین ابن علی کے صبر نے جسکے مزے لوٹے

تحریر ۱۳۲۲ء ۱۰ جمادی الاول
۱۹۰۴ء ۹ جولائی

خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہ
ہمیں بھی اک جھلک اُسکی دکھا دو یا رسول اللہ
وہ راز عشق ہمکو بھی بتا دو یا رسول اللہ
ہمیں بھی اُس بلا کا حوصلا دو یا رسول اللہ

رہے حسرت نہ حسرت کو لقا غوث الاعظم کی
اُسے بغداد کا رستا دکھا دو یا رسول اللہ

دشمن شیوہ وفا شدہ
کشتنم سہل گیر و عذر مخواہ
عشق اے شاہد عزیز مراد
بہر بیماری ہوس مارا

[illegible] (ق)

ایں جہا کردہ جبر اشدہ
کہ سزا دار مرحبا شدہ
کہ بظاہر پئے جفا شدہ
چارہ درد لا دوا شدہ

عاشقی پیشہ کردہ حسرت
شاہ در کسوت گدا شدہ

ردیف "ی"

حسرت کشان درد ہیں لب تشنگان عاشقی
مطلوب آہ سرد ہیں محبوب رنگ زرد ہیں
پہلو عیاں ہیں پیار کے تسکین جان زار کے
راحت سے دل گھبرائیگا رہ رہ کی غم یاد آئیگا

[illegible] مئی [illegible] ضلع [illegible]

سیراب غم کردے کہیں پیر مغان عاشقی
معشوق اہل درد ہیں ہم عاشقان عاشقی
آنسو ہیں چشم یار کے روح روان عاشقی
کیونکر بھلا پایا جائیگا عیش زمان عاشقی

سب راز حق افشا کیا حسرت یہ تو نے کیا کیا
ہمکو نکیوں سمجھا کیا ناقدردان عاشقی

برکتیں سب ہیں عیاں دولت روحانی کی
شوق دیکھے تجھے کس آنکھ سے اس مہر جمال
مجھسے وہ سگ بھی ہے افضل جسے عزت ہو نصیب
وہ تبسم بھی قیامت ہے ترا بعد جفا

[illegible] مئی [illegible] ضلع [illegible]

واہ کیا بات ہے اُس چہرہ نورانی کی
کچھ نہایت ہی نہیں تیری درخشانی کی
آستان حرم یار پہ دربانی کی
تو نے دی ہو جسے خدمت نمک افشانی کی

رشک شاہی ہو نکیوں اپنی فقیری حسرت
کب سے کرتے ہیں غلامی شہ جیلانی کی

عقل سے حاصل ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے
میری جانب ہے مخاطب خاصکر وہ چشمِ ناز
دیکھ لے اب بھی کہیں آکر جو وہ غفلت شعار
عیش کی یارب مبارک ہو فراوانی انھیں

[illegible]

عشق جب دینے لگا تعلیم نادانی مجھے
اب تو کرنی ہی پڑے گی دل کی قربانی مجھے
کسقدر ہو جائے مرجانے میں آسانی مجھے
درد کی لذت رہے البتہ ارزانی مجھے

سیکڑوں آزادیاں اس قید پر حسرت نثار
جسکے باعث کہتے ہیں سب آنکا زندانی مجھے

اور بھی ہو گئے بیگانہ وہ غفلت کر کے
پستئ حوصلۂ شوق کی اب ہے یہ صلاح
دل نے پایا ہے محبت کا یہ عالی رتبہ
روح نے پائی ہے تکلیف جدائی سے نجات

[illegible]

آزمایا جو انھیں ترکِ محبت کر کے
بیٹھ رہیئے غمِ ہجراں پہ قناعت کر کے
آپکے دردِ دوا کار کی خدمت کر کے
آپکی یاد کو سرمایۂ راحت کر کے

چھیڑ سے اب وہ یہ کہتے ہیں کہ سنبھلو حسرت
صبر و تابِ دلِ بیتاب کو غارت کر کے

گھبرا کے تغافل سے تمنا ہے ستم کی
لاریب ترے شوق کا انجام فنا ہے
مخمورِ طرب ہے رہِ الفت میں تمنا
باطن میں تو راضی ہیں مگر خط میں بظاہر

حالت کوئی دیکھے ترے مجبورِ الم کی
پیوستہ اسی راہ سے ہے راہ عدم کی
لوٹی ہیں بہاریں جو ترے نقشِ قدم کی
اب ہے جو لڑائی وہ لڑائی ہے قلم کی

بیوجہ نہیں عشق میں خاموشئ حسرت
منظور حفاظت ہے کسی رازِ اہم کی

سفر کچھ نہ تھا اسمیں رقیبونکی بھی سازش ہے
پئے مشق تغافل آپنے مخصوص ٹھہرایا
کہاں ممکن کسی کو باریابی انکی محفل میں

[illegible]

وہ بے پروا الٰہی آج کیوں گرمِ نوازش ہے
ہمیں یہ بات بھی منجملۂ اسبابِ نازش ہے
نہ اطمینانِ کوشش ہے نہ امیدِ سفارش ہے

[illegible]

کیا تھا ایک دن دل نے جو دعوائے شکیبائی
سو اب تک اُنکے نازِ دلبری کو ہم سے کاوش ہے

ہجومِ یاس نے بیدل کیا ایسا کہ حسرت کو
ترے آنے کی اب امید باقی ہے نہ خواہش ہے

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء

وہ جب یہ کہتے ہیں تجھسے خطا ضرور ہوئی
میں بیقصور بھی کہدوں کہ ہاں حضور ہوئی

نظر کو تابِ تماشائے حسنِ یار کہاں
یہ اس غریب کو تنبیہ بے قصور ہوئی

طفیلِ عشق ہے حسرت یہ سب مگر نزدیک
ترے کمال کی شہرت جو دور دور ہوئی

جولائی سنہ ۱۹۰۶ء علی گڑھ

جو سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی
دامنوں کی نہ خبر ہے نہ گریبانوں کی

جلوۂ ساغر و مینا ہے جو ہمرنگِ بہار
رونقیں طرفہ ترقی پہ ہیں میخانوں کی

ہر طرف بیخودی و بیخبری کی ہے نمود
قابلِ دید ہے دنیا ترے حیرانوں کی

آنکھ والے تری صورت پہ مٹے جاتے ہیں
شمعِ محفل کی طرف بھیڑ ہے پروانوں کی

اے جفاکار ترے عہد سے پہلے تو نہ تھی
کثرت اس درجہ محبت کے پشیمانوں کی

فیضِ ساقی کی عجب دھوم ہے میخانوں میں
ہر طرف مے کی طلب مانگ ہے پیمانوں کی

یاد پھر تازہ ہوئی حال سے تیرے حسرت
قیس و فرہاد کے گذرے ہوئے افسانوں کی

جون سنہ ۱۹۰۶ء علی گڑھ

مہیائے ترکِ تمنا نہیں ہے
دلِ زار ابھی تجھکو سمجھا نہیں ہے

قصورِ نظر ہے جو دیکھے نہ کوئی
کہاں ورنہ تو جلوہ آرا نہیں ہے

دلِ محوِ حیرت نے ابتک نہ جانا
کہ کیا ہے تری آرزو کیا نہیں ہے

ترا مجھپہ یوں خود بخود لطف کرنا
عجب ماجرا ہے جو دھوکا نہیں ہے

بصر کو کہاں تابِ دیدار حسرت
تجلی ہے اُنکی تماشا نہیں ہے

جنوری سنہ ۲۲ء کا منور

حال مجبوری دل کی نگراں ٹھہری ہے
دیکھنا وہ نگہ ناز کہاں ٹھہری ہے

ہجر ساقی میں یہ حالت ہے کہ اب جا بر ور
بوئے مے وجہ غم بادہ کشاں ٹھہری ہے

کیوں نہ معمور غم عشق ہو دینا ہے خیال
شکل یار آفت ہر پیر و جواں ٹھہری ہے

جس طبیعت پہ ہیں ناز خود آگاہی تھا
اب وہی شیفتہ حسن بتاں ٹھہری ہے

یار بے نام و نشاں تھا سو اسی نسبت سے
لذت عشق بھی بے نام و نشاں ٹھہری ہے

خیر گذری کہ نہ پہنچی ترے در تک ورنہ
آہ نے آگ لگا دی ہے جہاں ٹھہری ہے

دشمن شوق کہے اور تجھے سو بار کہے
آمین ٹھہرے گی نہ حسرت کی زباں ٹھہری ہے

ستمبر سنہ ۲۲ء جیل الہ آباد

ہوتی ہے روز بارش عرفاں مرے لئے
گویا بہشت عشق ہے زنداں مرے لئے

ناکامی طلب میں کہ ہے جان عاشقی
گنجینۂ مراد ہے پنہاں مرے لئے

رہتی ہے روز اک ستم تازہ کی تلاش
بے چین ہے وہ فتنۂ دوراں مرے لئے

نزدیک ہے کہ شوق سنے وعدۂ وصال
لبہائے ناز یار ہیں لرزاں مرے لئے

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ
کافی ہے غوث اعظم جیلاں مرے لئے

جنوری سنہ ۲۲ء جیل الہ آباد

جنوں نے دل سے وہ حس بھی مٹا دی
کرے جو امتیاز رنج و شادی

بنا جب اسنے کوئی شر اٹھایا
مری ایذا پسندی نے دعا دی

شب معراج مردان خدا ہے
بقول شیخ رہ نا مرادی

مجازی عشق بھی اک شے ہے لیکن
ہم اس نعمت کے منکر ہیں نہ عادی

انکی تھی داں نثاری کی جو حسرت
وہ بارے کر کے بھی ہمنے دکھا دی

کیا کام انھیں پرسش ارباب وفا سے
مرتا ہے تو مر جائے کوئی انکی بلا سے

مجھسے بھی خفا ہو مری آہو لینے بھی برہم
تم بھی ہو عجب چیز کہ لڑتے ہو ہوا سے

دامن کو بچاتا ہے وہ کافر کہ مبادا
چھو جائے کہیں پائے خونِ شہدا سے

دیوانہ کیا ساقیٔ محفل نے سبھی کو
کوئی نہ بچا اس نگہِ ہوش ربا سے

اک یہ بھی حقیقت میں ہے شانِ کرم انکی
ظاہر میں جو رہتے ہیں وہ ہر وقت خفا سے

آگاہ غمِ عشق نہیں وہ شہِ خوباں
اور یہ بھی جو ہو جائے فقیروں کی دعا سے

۱۱- جون سنہ ۲۲ء سابرمتی جیل احمد آباد

قائل ہوئے رندانِ خرابات کے حسرت
جب کچھ نہ ملا ہم کو گروہِ عرفا سے

چلی سابر مستی میں آج کیا ہی
نسیم رحمت و لطفِ الٰہی

جمالِ التفاتِ شاہ جیلاں
ہوا پیدا ابشانِ کج کلاہی

بیکدم دیدیا دینا تھا جو کچھ
دکھادی شانِ حسنِ کم نگاہی

شہ عبد الصمد[۵۱] کا واسطہ تھا
نہ کیونکر سرِ حق کھلتا کماہی

۱۰- اگست سنہ ۲۲ء سابرمتی جیل احمد آباد

دل حسرت ہوا معمور انوار
شہ رزاق[۵۲] دیتے ہیں گواہی

ہجر میں یادِ یار آتی ہے
راحتِ غم شکار آتی ہے

بالشِ آرزو سے آج تلک
شوق کو بوئے یار آتی ہے

کوئے جاناں سے روحِ اہلِ غرور
بنکے طاعت گذار آتی ہے

چمن جاں میں پھر بقیدِ فرنگ
عاشقی کی بہار آتی ہے

۲- مئی سنہ ۲۲ء سابرمتی جیل احمد آباد

انکی محفل سے آرزو حسرت
ہو کے یکسر فگار آتی ہے

ہے عشق میں حال کی خرابی
عاشق کو نوید کامیابی

صبحِ شبِ وصل تھام ہم کو
اے مائلِ ناز و نیمخوابی

۱۶- مارچ سنہ ۲۳ء یرودا جیل پونا

۵۱ حضرت سید شاہ عبد الصمد خدانما احمد آبادی - ۵۲ حضرت شاہ عبد الرزاق لکھنوی فرنگی محلی

حیرانِ جمالِ یار ہے عقل
پنہاں ہے عیانیوں میں اپنی

سرمستِ شراب ہے شرابی
وہ زیرِ حجاب بیحجابی

حسرت یہ رباعیات موزوں
خیام سے کم نہیں سحابی

بجا ہے دلِ زار کی ناصبوری
رعایت جو اُس شوخ کی تھی ضروری
وہ تمہید ہی سے اڑا لیں گے مطلب
محبت نے کی دل میں وہ آگ روشن
بہر حال گرویدۂ حُسن ہیں ہم
تمنا نے کی خوب نظارہ بازی

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء یرودا جیل پونا

کہاں تک اُٹھائے کوئی رنج دوری
خطا بن گئی خود مری بیقصوری
کہیں شوق نے کی نہ ہو بات پوری
کہ ہم ہو گئے جسمِ خاکی سے نوری
جمال البشر معنوی ہو کہ صوری
مزا دے گئی حسن کی بے شعوری

نہ چھوٹا نہ چھوٹے دو یار حسرت
بہت ہمنے چاہا بنیں کانپوری

آسان حقیقی ہے نہ کچھ سہل مجازی
کچھ لطف و نظر لازم و ملزوم نہیں ہیں
دل خوب سمجھتا ہے ترے حرفِ کرم کو
قائم ہے نہ وہ حسن رخِ یار کا عالم
اے عشق تری فتح بہر حال ہے ثابت
کر جلد کہیں ختم بھی اے غمِ جاناں

۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء یرودا جیل پونا

معلوم ہوئی راہِ محبت کی درازی
اک یہ بھی تمنا کی نہ ہو شعبدہ بازی
ہر چند وہ اردو ہے نہ ترکی ہے نہ تازی
باقی ہے نہ وہ شوق کی ہنگامہ نوازی
مر کر بھی شہیدانِ محبت ہوے غازی
کام آئیگی کس روز تری سینہ گدازی

معلوم ہے دنیا کو یہ حسرت کی حقیقت
خلوت میں وہ میخوار ہے جلوت میں نمازی

مرا ایماں عجب کیا ہے جو ایمانِ تصوف ہے

تصوف جانِ مذہب عاشقی جانِ تصوف ہے

گناہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شانِ تصوف ہے
ادب اک دوسرا ہے نام عشقِ روح پرور کا جو رام عشق ہے جو زیر فرمانِ تصوف ہے
تعلق "حسن" و "حق" میں بھی ہے "العشق" ہو اللہ کا یہی تو اصلِ دین و رمزِ پنہانِ تصوف ہے
گذر کر راہ بیجا ہیچ قدر و جبر سے حسرت
یقیں اپنا مقیم شہرِ عرفانِ تصوف ہے

۷ اکتوبر سنہ ۲۳ء یروادا جیل پونا

اگر شوق کی رہنمائی نہ ہو گی تو اُن تک ہوئی ہے رسائی نہ ہوگی
شبِ ہجر کیونکر کٹے گی جو یارب تصور کی راحت فزائی نہ ہوگی
بغیر اُنکے دم بھر نہیں چین دلکو کبھی اُنسے گویا جدائی نہ ہوگی
پڑیگی نظر تیری کاہے کو ہم پر اگر بر سرِ دلربائی نہ ہو گی
خرد کے لئے مایۂ فخر ہو گا دیارِ جنوں کی گدائی نہ ہو گی
رہی عشق سے روح مانوس ہو کر اب اس دامِ غم سے رہائی نہ ہوگی
نرادہم ہو گا سرِ بزم ہمنے کبھی آنکھ تجھ سے لڑائی نہ ہوگی
وہ بگڑے ہیں تو من بھی جائینگے آخر لڑائی ہوئی ہے صفائی نہ ہوگی؟
ستم کر کے ناحق وہ نادم ہیں حسرت
کہ ہم سے کبھی بے وفائی نہ ہوگی

۱۵ مارچ سنہ ۲۳ء یروادا جیل پونا

ہیں وہ باوصفِ شانِ خودکامی جانِ محبوبی و دلآرامی
کامیاب کمالِ عشق ہے دل باوجودِ حصول ناکامی
عاشقی میں ہے زیبِ فرقِ جنوں طرۂ افتخار بدنامی
ہمنے بیباک اُنکو روک لیا پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی
بنگیا ہے فراقِ یار میں شوق خلشِ انتظار کا حامی
پڑ کے اکبار چھوٹتی ہے کہاں عادتِ مستی و مے آشامی

۱۱ ستمبر سنہ ۲۲ء یروادا جیل پونا

حسرت اردو میں ہے غزل تیری
پرتو نقش سعدی و جامی

ترے درد سے جسکو نسبت نہیں ہے
وہ راحت مصیبت ہے راحت نہیں ہے

جنون محبت کا دیوانہ ہوں میں
مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے

ترے غم کی دنیا میں اے جان عالم
کوئی روح محروم راحت نہیں ہے

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنسکر
وہ بولے کہ اسکی اجازت نہیں ہے

جھکی ہے ترے بار عرفاں سے گردن
ہمیں سر اُٹھانے کی فرصت نہیں ہے

یہ اُس روے رنگیں کا ہے ایک پرتو
بہار طلسم لطافت نہیں ہے

ترے سرفروشوں میں ہو کون ایسا
جسے دل سے شوق شہادت نہیں ہے

تغافل کا شکوہ کروں اُنسے کیونکر
وہ کہدینگے تو بیمروت نہیں ہے؟

وہ کہتے ہیں شوخی سے ہم دلربا ہیں
ہمیں دلنوازی کی عادت نہیں ہے

شہیدان غم ہیں سبکروح کیا کیا
کہ اُس دل پہ بار ندامت نہیں ہے

۸/۱۰ مارچ سنہ ۲۳ء یروڈا جیل پونا

نمونہ ہے تکمیل حسن سخن کا
گہر باریٔ طبع حسرت نہیں ہے

روشن جمال یار سے دنیائے عشق ہے
گویا شراب حسن یہ مینائے عشق ہے

اہل ہوس کو بھی سر و سودائے عشق ہے
یہ کفر ہے یہ دعوی بیجائے عشق ہے

محمل نشین درد جو لیلائے عشق ہے
سوز و گداز مذہب دنیائے عشق ہے

اے ترک حسن ادھر بھی کہیں جلد کر گزر
غارت کے انتظار میں کالائے عشق ہے

کہتی ہے عقل دین بھی دنیا بھی کر طلب
ان سب سے منہ کو موڑ یہ ایمائے عشق ہے

پہنچا ہے جذب دل کا کہاں سے کہاں اثر
ارباب حسن کو بھی تمنائے عشق ہے

مستی ہے اصطلاح محبت میں آگہی
بیگانۂ خرد ہے جو دانائے عشق ہے

۲۰ مارچ سنہ ۲۳ء یروڈا جیل پونا

میں کیا ہوں ایک ذرۂ صحرائے اشتیاق
دل کیا ہے ایک قطرۂ دریائے عشق ہے

ظاہر ہے بیقراریٔ پیہم سے حالِ دل
بیکار ہمکو دعویٰ اخفائے عشق ہے

مدت کے بعد پھر وہ ہوئے مائلِ کرم
یہ بھی تو اک طریقۂ احیائے عشق ہے

حسرت کو پائے بندیٔ ایماں سے کیا غرض
وہ کافرِ جمال ہے ترسائے عشق ہے

یرودا جیل پونا ۲ جنوری سنہ ۲۳ء

اک اُنکے سوا جب نہ تھے ہم کسی کے
الٰہی وہ دن کیا ہوئے عاشقی کے

سرِ شام وہ جائے نوشی کی صحبت
وہ موقع نظر بازی و شاعری کے

وہ رنگینیٔ بزمِ احباب شوکت
وہ سامان ثاقب کی دلبستگی کے

وہ برق و تجمل کی ہنگامہ کوشی
وہ اظہار بیفکری و بےغمی کے

وہ حسرت علیگڈھ کا عہدِ فراغت
وہ راتیں نمائش کی دن فروری کے

یرودا جیل پونا ۱۶ جون سنہ ۲۳ء

وہ چپ ہو گئے مجھسے کیا کہتے کہتے
کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے
ترے حسن کو بیوفا کہتے کہتے

شبِ غم کس آرام سے سو گئے ہم
فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تمکو
مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبر اُنکو اب تک نہیں مر مٹے ہم
دلِ زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بدگماں سب سے واعظ
بُرا سنتے سنتے بُرا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت
کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

یرودا جیل پونا ۱۰ جولائی سنہ ۲۳ء

آہ دلِ عشاق نواساز نہیں ہے
اس نغمۂ جانسوز میں آواز نہیں ہے

زنہار اگر لطف سے سیرِ چمن کا
ساتھ اپنے جو وہ سرو سرافراز نہیں ہے

مجموعۂ خوبی ہوئی عشاق کی سیرت — یہ کیا ہے اگر حسن کا اعجاز نہیں ہے
گرویدگیٔ شوق ہوئی اپنی مسلّم — یوں ہے کہ اب انکو بھی سرِ ناز نہیں ہے
منظورِ غمِ ہجر ترقی ہے طلب کی — تقدیرِ عبث تفرقہ پرداز نہیں ہے

محسود ہے کون آج گروہِ شہدا کا
حسرت کو وہ کہتے تھے کہ جانباز نہیں ہے

۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۳ع بروز دو شنبہ جلسہ پونا

پہلے کہیں خدا اُسے شوقِ شکار دے — پھر یہ کہ وہ ہمیں کو نشانا قرار دے
کاہیکو مٹنے پائیں تمنا کی شورشیں — ہمکو جو بیش و کم پہ خدا اختیار دے
ساقی کو شوق ہے کرمِ بیحساب کا — ساغر عجب نہیں جو ہمیں بیشمار دے
کیا کیا نہ یادِ یار سے ہوں شرمسار ہم — فرصت کبھی جو کشمکشِ روزگار دے
سب اُسکے آگے ہیچ ہیں دنیا کی راحتیں — پروردگار دے تو غمِ عشقِ یار دے
عاشق کے رنگِ زرد پہ خونبارئ فراق — دیکھیں کبھی وہ آکے تو کیا کیا بہار دے

حسرت سے کہتے ہیں وہ بتا اپنی آرزو
اب کیا اُنھیں جواب یہ ناکردہ کار دے

۲۵ جون سنہ ۱۹۲۳ع بروز دو شنبہ جلسہ پونا

مرید آپکے اہلِ صفا کے پیر ہوئے — جو تھے فقیر امیروں کے وہ امیر ہوئے
ضیائے روح کا ان روشنوں کے کیا کہنا — سراجِ نورِ نبوت سے جو منیر ہوئے
کبھی ہیں ہو نہ سکا فتنۂ جفائے عدو — وہ کہہ چکے تھے کہ ہم تیرے دستگیر ہوئے
غرض اُنھوں نے بہر حال کی خبر گیری — کبھی معیں رہے وہ کبھی نصیر ہوئے
تمام جھگڑوں بکھیڑوں سے ہوگئے آزاد — حضور آپ کے جسدن سے ہم اسیر ہوئے
ہماری نہ صوم بھی دنیائے عاشقی میں ہوئی[1] — وہ جب سے عالمِ خوبی میں بینظیر ہوئے

غلام حضرتِ رزّاق کیا ہوئے حسرت
کہ آپ نام خدا عاشقوں کے میر ہوئے

[1] پیشوائے عشاق حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی۔

ہم پر جنوں کی تہمت بیجا ابھی سے ہے
ہنگامۂ بہار کا غوغا ابھی سے ہے

وعدے کی شب ہجوم تمنا ابھی سے ہے
سرگرم کار خاطرِ شیدا ابھی سے ہے

حالانکہ ابتدا ابھی ہنین ہے شباب کی
آنکو کمال حسن کا دعوٰے ابھی سے ہے

آنے میں اُنکے دیر ہے لیکن شب وصال
پیش نظر وہ چہرۂ زیبا ابھی سے ہے

اے عشق تازہ کار تری ابتدا کو ہم
جب سوچتے ہیں کہتے ہیں گویا ابھی سے ہے

برسیگا ہُن بہار میں اے پیر میفروش
تیری دکان بادہ کا چرچا ابھی سے ہے

دیکھیں ہوس یہ دور ہی منزل سے کیا بنے
جسکا خیال حوصلہ فرسا ابھی سے ہے

اہل نظر کا قول یہی ہے کہ بےمثال
تیرا جمال اے گل رعنا ابھی سے ہے

حسرت کو شام وصل ہے پاسِ حیاے یار
گو شوق پائبوس کا ایما ابھی سے ہے

(۲۵ جولائی سنہ ۲۳ء ۲ یروڈا جیل پونا)

عاشق کو ہوئی فنائے فانی
پیغام حیاتِ جاودانی

ہے کثرتِ شوق کا نتیجہ
آنکھوں کی یہ آرزو فشانی

تھی اُنکی نگاہِ بے نگاہی
اک طرفہ ادائے دلستانی

پھر آج وہ بر سر کرم ہیں
ازراہِ کمال مہربانی

پھر گلشن آرزو میں گویا
آئی ہے بہارِ کامرانی

بیٹھے ہیں وہ روٹھکر جو مجھسے
چمکا ہے جمال سرگرانی

کچھ ایسے جدا ہوئے کہ ہمسے
پھر مل نہ سکا وہ یار جانی

کچھ داغ فراق کے علاوہ
تم اور نہ دے چلے نشانی

اردو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرز نظیری و فغانی

(۲۲ جولائی سنہ ۲۳ء ۲ یروڈا جیل پونا) (ق)

علی رضی کے لال زہرا رضی کے دلارے
رسول اللہ صلعم کی آنکھوں کے تارے

(۲ جنوری سنہ ۲۴ء یروڈا جیل پونا)

نمونے شیوۂ خلق حسنؓ کے
حسینؓ ابن علی کی شان تسلیم
کبھی اے بادشاہ اہل عرفاں
کسیکی اور کیا پروا ہو اُنکو
بھلا ساقی کوئی دن فصل گل کے

نمایاں ہیں تری سیرت میں سارے
تری جانب کو کرتی ہے اشارے
نظر ہمپر بھی اک ہو جائے بارے
جنھیں کافی ہوے تیرے سہارے
جدائی ہیں تری کیونکر گزارے

کرو حسرت حضور میر بغداد
جمال نور مطلق کے نظارے

گمرہوں کی رہنمائی کیجئے
کچھ ہمیں بھی اے امیر اولیا
خواہش ظاہر سے باطن کی طرف
با عطاے دولت قرب و قبول

یا علیؑ مشکلکشائی کیجئے
دیکھیے پاس گدائی کیجئے
اہل دل کی دلربائی کیجئے
چارۂ درد جدائی کیجئے

[illegible]

جان حسرت ہے گرفتار مجاز
حکم الغام رہائی کیجئے

ترک شان کج ادائی کیجئے
سرخرو کرکے ہمیں عشاق میں
اُن سے کرکے شکوۂ جور و جفا
بدمزاج اے پاسبان کوے دوست

آئیے ہمسے صفائی کیجئے
شہرۂ گلگوں قبائی کیجئے
مرتے دم کیا بے وفائی کیجئے
تجھسے کیونکر آشنائی کیجئے

ہمکو حسرت ہے یقین قرب دوست
آپ خوف نارسائی کیجئے

کیا کیا نہ ہجر میں ترے ناشاد کر چکے
کہتے ہیں اب وہ تیری گذارش ہے نا قبول

[illegible]

اب یہ سمجھ کے چپ ہیں کہ وہ یاد کر چکے
اکبار کر چکے جو ہم ارشاد کر چکے

نادم وہی تو آج ہیں کل پر بنائے ناز
رنگیں طراز یاں ہیں غضب اشک سرخ کی

خاکِ شہیدِ عشق جو برباد کر چکے
جو دامنِ جنوں پہ ہم ایجاد کر چکے

حسرت وہ اب ہوئے بھی تو کیا مائل کرم
جب ختم ساری سختی بیداد کر چکے

تیری جفا بھی ہے وفا سے بکمال دلبری
بات ہے تیری حیلہ جو صرف بناز گفتگو
اہل کمال کی نظر محو ثنا ہے دیکھکر
مہر سپہر حسن ہو باخط و خالِ گلرخی
اسکے سوا کہ ہے یہ خو وصفِ بتانِ ماہرو
ذات پہ جنکی ختم تھا شیوۂ جور بر ملا

۱۲ ستمبر سنہ ۲۳ء [illegible] جیل پونا

تیرے ستم سے دیتے ہیں لوگ مثال دلبری
چال ہے تیری فتنہ خو مست بحال دلبری
چہرۂ حسن یار پر ندرتِ خال دلبری
ماہِ تمام ناز ہو با سن و سال دلبری
کچھ بھی جو جانتا ہو تو کیا ہے مآل دلبری
آج ہیں بر سر دفا پھر بہ خیالِ دلبری

حسرتِ پاکباز کے گریۂ شوق سے رہے
تازہ یوں ہی خدا کرے تیرا نہال دلبری

کسقدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی
شوق پہاب تک نہیں ثابت دکھائی آپ کی
رہ گئی اہل ہوس میں یادگار حسن و عشق
بدگماں کاہے کو ہوتا آپ کا حسن غیور
مجھ سے یہ اکثر کہا کرتا ہے وہ مخمور ناز
آپ کو آتا رہا میرے ستانے کا خیال
عرض کرکے حالِ دل کسدرجہ ہیں محجوب ہم
مجھکو جو آتی ہے وہ لاریب ہے خوشبوئے حسن
گلشنِ اُمید میں چلنے لگی بادِ بہار
بھول بیٹھے تھے الٰہی کیا کریں اس دل کو ہم

۷، ۱۰ اکتوبر سنہ ۲۳ء [illegible] جیل پونا

بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی
کسقدر چالاک ہے بے اعتنائی آپ کی
ناز برداری ہماری دلربائی آپ کی
ہم نے کیوں تصویر آنکھوں سے لگائی آپکی
دیکھیے بنتی ہے کب تک پارسائی آپ کی
صلح سے اچھی رہی مجھ کو لڑائی آپ کی
دیکھ کر غصّے میں صورت تمتمائی آپ کی
ورنہ یوشیش عطر میں کس نے بسائی آپ کی
یا سواری میرے دروازے پہ آئی آپ کی
ہجر میں پھر یاد جس دل نے دلائی آپ کی

فرق اور فرقِ زمین و آسماں آیا نظر
شکل جب تصویرِ یوسف سے ملائی آپکی

نے نوازِ عاشقی نے نغمہائے حسن میں
بار ہا آوازہ کانوں کو سنائی آپکی

ربط جب دیکھا کہ غیروں نے بڑھایا آپنے
رفتہ رفتہ ہمنے بھی چاہت گھٹائی آپکی

دل کہ مالا مالِ غم تھا کتنی بیدردی کیساتھ
ہمنے رو رو کر وہ سب دولت لٹائی آپکی

آپکے وعدے کی شب کھا کر فریبِ آرزو
سیج کس کس شوق سے ہمنے سجائی آپکی

جس سے حسرت ہو گئی زیر و زبر بزمِ سماع
کس قیامت کی غزل مطرب نے گائی آپکی

یرودا جیل پونا
۲۰ اکتوبر سنہ ۲۳ء

عقدہ وصالِ یار کا حل ہو تو جانیئے
خوف و خلوص و علم و عمل ہو تو جانیئے

تمکین و قہرِ یار میں مشکل ہے امتیاز
غصے سے ابروؤں پہ جو بل ہو تو جانیئے

کیونکر کھلے ہوے ہیں وہ کس بات پر خفا
کچھ بھی جو برہمی کا محل ہو تو جانیئے

رہتی ہے یوں تو غیر سے روز انکی چھیڑ چھاڑ
کچھ واقعی بھی رد و بدل ہو تو جانیئے

حسرت یہ رنجِ ہجر یہ قید اور یہ جورِ غیر
اس کشمکش میں آج غزل ہو تو جانیئے

یرودا جیل پونا
۴ نومبر سنہ ۲۳ء

تراوش کرتی ہیں رنگینیاں کیا اپنے مضموں سے
عبارت ہے یہ اُس جانِ جہاں کی شوقِ موزوں سے

بلائے کثرتِ عشاق سے ناحق ہے بیزاری
شکایت کیجیے اپنے جمالِ روز افزوں سے

غرور اپنا نہیں بیجا کہ نسبت ہے برابر کی
تمہاری زلفِ ابتر کو ہمارے بختِ واژوں سے

اثر دیکھے تو کوئی حسنِ لیلائے تصور کا
قیافہ شوق کا ملنے لگا تصویرِ مجنوں سے

چمن میں جوشِ گل کی ہے کھنچگئی تصویر جب حسرت
ملی ساغر کی سبزی سرخیٔ صہبائے گلگوں سے

یرودا جیل پونا
۶ محرم سنہ ۴۲ھ

خبر کیا تھی ترے عزمِ سفر کی
روانی رُک چکی اب چشمِ تر کی

وہ عاشق مجھسے پہلے تھے کہ اُنکو
خبر تھی میرے شوقِ بیخبر کی

مری محرومیوں کا حال سنکر
بھلا حوروں کی زینت ہیں میستی
وہ ہیں مجبورِ نازِ دلربائی
دلِ آگاہ کو اے حسنِ سوا

اُنھیں اب فکر ہے ردِّ اثر کی
کہاں سے آئیگی حسنِ بشر کی
کئے دیتی ہے بیباکی نظر کی
تری خواہش نہ کرنی تھی مگر کی

خیالِ یار میں حسرت شبِ ہجر
عجب آرام سے ہمنے بسر کی

۱۲ دسمبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل پونا

گلشن میں نہ دلِ بلبلِ ناکام لگائے
یہ بات عجب عادتِ انساں میں ہے داخل
مسجد میں کہیں محوِ عبادات ہیں زاہد
بیٹھا ہے کہیں راہِ خراباتِ مغاں میں

پنہاں نہیں صیاد بھی ہے دام لگائے
تقدیر کا خود کرکے خطا نام لگائے
جنت کی دلوں کو طمعِ خام لگائے
دکان ہوس کوئی مے آشام لگائے

ہر حال میں راضی برضا ہم ہیں کہ حسرت
کیا دخل جو انپر کوئی الزام لگائے

۱۸ دسمبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل پونا

کوششِ وصالِ یار کی معذور ہو چکی
لیکر چلی ہے مغفرتِ حق ہمیں کہاں
دستور کے اصول مسلّم ٹھہر چکے
سرمایہ دار خوف سے لرزاں ہیں کیونکہوں

اب ہم سے خدمتِ دلِ رنجور ہو چکی
جنت میں ہم سے عاشقی حور ہو چکی
شاہی بھی رامِ غلبۂ جمہور ہو چکی
معلوم سب کو قوتِ مزدور ہو چکی

اور آپ اس سے چاہتے کیا ہیں سوائے سوز
حسرت یہ نارِ عشق ہے یہ نور ہو چکی

۲۸ دسمبر سنہ ۲۲ء یرودا جیل پونا

منحصر وقتِ سفر پہ ملاقات ہوئی
دلِ مشتاق میں اک شوق کا طوفاں اٹھا
مذہبِ عشق میں ناکامیِ جاوید کی خو

آج یہ آپکی جانب سے نئی بات ہوئی
وعدۂ وصل کا دن ختم ہمارات ہوئی
فرض منجملۂ احکامِ عبادات ہوئی

حسن کی نیم نگاہی بھی تمنا کے لئے
موجب فخر ہوئی وجہِ مباہات ہوئی

دم آخر وہ ملے بھی تو ملے کیا حسرتؔ
کھیت جب سوکھ چکے اپنے تو برسات ہوئی

شوق کہاں آرزوے شوق ہے
درجہ ترے عشق فسوں کار کا

یروڈا سنٹرل جیل پونا ۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

جس سے جہاں مستیِ ذوق ہے
حسن کے رتبے سے بھی مافوق ہے

گردنِ حسرتؔ میں پئے امتیاز
خوب غلامی کا ترے طوق ہے

آنکھ تیری بھی تا سحر نہ لگے
وہ بھی کورنش ہے کوئی جسکے لئے
یہ بھی ہے ماننے کی بات کوئی
ہمت اتنی دل ہوس میں کہاں

یروڈا سنٹرل جیل پونا ۱۲ جنوری ۱۹۲۳ء

عاشقوں کی کہیں نظر نہ لگے
اُنکے قدموں سے جھک کے سر لگے
مرمٹیں ہم تمھیں خبر نہ لگے
کہ اُسے تیری ضد سے ڈر نہ لگے

شجر شوق ہے ترا وہ شجر
جس میں حسرتؔ کبھی ثمر نہ لگے

ہر دم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے
تحریکِ حرّیت کو جو پایا قرینِ حق
خلقِ خدا کو مان کے شرکت کا مستحق
دشوار تھا بغیرِ یقیں روح کا سکوں

یروڈا سنٹرل جیل پونا ۲۳ جنوری ۱۹۲۳ء

امیدوارِ وعدۂ یُعطیک ہم رہے
ہر عہد میں معاونِ تحریک ہم رہے
ورباب ملکِ منکرِ تملیک ہم رہے
اچھا ہوا کہ دشمنِ تشکیک ہم رہے

ہر حال ہر خیال میں ہر اعتبار سے
حسرتؔ مطیع عشق رہے ٹھیک ہم رہے

باقی ہے جو کچھ خلش درد کبھو کی
مقصد ہے جلانا کبھی اُسکو کبھی مجھکو

یروڈا سنٹرل جیل پونا ۲۳ مارچ ۱۹۲۳ء

ابتک یہ مرے دل میں امانت ہی کسو کی
خاطر تجھے منظور ہے میری نہ عدو کی

ارزانی مے سن کے ترے دور میں ساقی
قائم ہے بیک حال مرے درد جگر میں

ہر دل میں ہوس عام ہوئی جام و سبو کی
قدرت نہ فنا کی ہے نہ قوت ہے نمو کی

بیزار ہوں میں زخم دلِ زار سے حسرت
اب تک اُسے کیوں یعنی تمنا ہے رفو کی

(۱) تخمیس شعر عراقی (۱۵ر فروری سنہ ۲۴ء)

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی
مجھے صوم سے ملا کچھ نہ نماز راس آئی

دو جہاں سے مُنھ کو موڑا انزی یاد کیا لگائی
صنما رہِ قلندر سزد ار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

(۲) رباعی در وصف توفیق الٰہی (۲۱ر دسمبر سنہ ۲۳ء)

ہو کر ہی رہا ہمیشہ میرا چاہا
توفیق اسے کہتے ہیں کہ چاہا بھی وہی

جب، جو، مرے دل نے تجھ سے چاہا چاہا
مَیں نے جو کچھ اُس نے مجھ کو دینا چاہا

(۳) رباعی دیگر

بیباک رہیں فکر اسیری نہ کریں
ہم کیا ہیں بساط کیا ہماری حسرت

یوں فاقہ و فقر میں امیری نہ کریں
غوث الاعظم جو دستگیری نہ کریں

کتب مصنفہ و مولفہ مولانا حسرت موہانی بی اے ایڈیٹر اردوی معلی و تذکرۃ الشعراء

دیوان غالب اردو مع شرح حسرت موہانی — دیوان غالب کی یہ مشہور اور قابل دید شرح جسکا پانچواں ایڈیشن حال ہی میں چھپ کر تیار ہوا ہے مع مقدمہ مفید مشتمل بر حالات غالب و تنقید کلام غالب قیمت فی جلد عمہ

انتخاب دیوان حسرت مع ترجمہ انگریزی و مقدمہ — یعنے حسرت موہانی کے دواوین حصہ اول دوم سوم چہارم کا مبسوط انتخاب۔ ہر اردو غزل کے بعد اسکا انگریزی ترجمہ بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ مترجمہ چودھری رحم علی ہاشمی بی اے سابق ایڈیٹر انڈیپنڈنٹ مطبوعہ ٹائپ جلد انگریزی مع تصویر حسرت زیر طبع فی جلد عہ

انتخاب دواوین — حصہ پنجم یعنی مجموعہ انتخاب دیوان۔ ولی دکھنی۔ شاہ مبارک آبرو۔ قاضی محمد صادق خاں اختر۔ میر انشاء اللہ خاں انشاء۔ مرزا قادر بخش صابر دہلوی۔ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ۔ میر ممنون سونی پتی۔ ملک الشعراء ذوق۔ کی مراد آبادی۔ واجد علی شاہ اختر شاہ اودھ۔ مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی۔ شاکی میرٹھی معاصر غالب۔ مولوی سید امداد امام اثر عظیم آبادی۔ نواب بنے صاحب مشتاق لکھنوی۔ طاہر فرخ آبادی۔ مولوی سید علی محمد شاد عظیم آبادی۔ مرتبہ حسرت موہانی۔ قیمت فی جلد عہ

یادگار وفا۔ انتخاب دیوان حکیم عبد الہادی خاں مرحوم وفا رامپوری ۵ر	دیوان گستاخ۔ کرامت اللہ خاں صاحب مرحوم گستاخ رامپوری ۲ر
دیوان میر حسن۔ صاحب مثنوی مشہور۔ مرتبہ حسرت موہانی ۵ر	دیوان مصحفی۔ مرتبہ حسرت موہانی ۸ر
" جرأت " " " ۵ر	" قائم چاندپوری " " ۳ہر

مجموعہ یعنی مثنوی سراپا سوز۔ اختر۔ اسرار محبت نواب محبت خاں و مثنوی طلعت شمس شمس لکھنوی مع حالات اختر محبت و شمس ۳ہر

مولود مصطفوی۔ از مولوی سید آل حسن مرحوم موہانی ۳ہر	انوار العیون فی اسرار المکنون یعنی ملفوظات و حالات مخدوم احمد عبد الحق ردولوی ۸ر
شہادت نامہ سید الشہداء " " " ۳ر	رسالہ اصلاح۔ مع الیضاح از شوق نیموی ۵ر
رسالہ وحدت وجود۔ " " " ار	مسدس جنگی کربلا۔ مع تصویر مصنف محمد عبد الحمید حمید میرٹھی ۵ر
رسالہ تنقیح العبادت۔ مع حالات مصنف " ۶ر	گلستان ادب۔ یعنی اردو زبان کے مشہور اور مستند انشاء پردازوں اور شاعروں کے بہترین نثر و نظم کلام کا دلچسپ مجموعہ۔ قیمت ۱۲ر

نوٹ۔ تاجروں کے ساتھ خاص رعایت یعنی ۳۳ فیصدی کمیشن علاوہ محصولڈاک۔

المشتہر

بیگم حسرت موہانی۔ حسرت روڈ۔ کانپور

تازہ غزلیات حسرت موہانی

یوں نہیں مائل ہے سر اس در کی جبیں سائی کا
شوق تو محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا

آجکل حسن رخ یار کی بیتابی کو
ضد یہ ہے نام نہ لے کوئی شکیبائی کا

یہ بھی احسان ہے انکا کہ مجھے کر کے تباہ
دیکھنے آئے تماشا مری رسوائی کا

رنج دوری سے ہوا عیش تصور جو بہم
ہو گیا اور ہی عالم شب تنہائی کا

ان سے ارباب نظر کی ہے یہ خواہش حسرت
اٹھ رہے کوئی دقیقہ نہ خود آرائی کا

([illegible] دسمبر [illegible])

عرفان عشق نام ہے میرے مقام کا
حامل ہوں کسکے نغمۂ نے کے پیام کا

متھرا سے اہل دل کو وہ آتی ہے بوئے انس
دنیائے جاں میں شور ہے جس کے دوام کا

مخلوق اک نگاہ کرم کی امیدوار
مستانہ کر رہی ہے بھجن رادھے شام کا

محبوب کی تلاش ہوئی رہبر محب
برسانے سے جو قصد کیا نند گام کا

گوکل کی سرزمین بھی عزیز جہان بنی
کلمہ پڑھا جو انکی محبت کے نام کا

بندرا کا بن بھی رو کش جنت بنا کہ تھا
پامال ناز انہیں کی بہار خرام کا

لبریز نور ہے دل حسرت نہ ہے نصیب
اک جشن مشکفام کے شوق تمام کا

([illegible] ۲۸ اگست [illegible])

وہ کہتے ہیں پھر تجھکو آنا پڑے گا
ہمیں کو پھر الٹے منانا پڑیگا

نہ جب تجھسے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑیگا

تری یاد بھی چھوٹ جائیگی لیکن
بہت دکھ و صدمہ اٹھانا پڑیگا

کہاں جائیگی عشقبازی کی عادت
کہیں اور ہی دل لگانا پڑیگا

تجھے بزم خوباں میں درخور کا بنے
بلا کر منہ نا دکھانا پڑیگا

دکھا کر تماشائے واسوخت آخر
تجھے پھر سے اپنا بنانا پڑیگا

ارادے غرض ہیں بہت کچھ یہ حسرت
وہ کہنے میں پھر تجھکو آنا پڑیگا

([illegible])

تب کشتے اے جان جان محبت
حقیقت میں ہیں کامران محبت

بیان عرب کا زبانِ عجم سے

مرے غم سے مدد جب دل نے چاہی ۔ مٹی سب ظلمِ عصیان کی سیاہی
ہوئی ہے رہنمائے منزلِ حق ۔ جنونِ شوق کی گم کردہ راہی
مرے مستوں کی اے سلطانِ مستان ۔ گنہگاری ہے عین بیگناہی
متاعِ عقل ہے مشتاق غارت ۔ ادھر بھی ایک ایمائے تباہی

[illegible]

غلام خواجہ اجمیر حسرت
بجا ہے گر کریں دعوائے شاہی

طلب عادت نہیں اہلِ رضا کی ۔ یہ لغزش تھی زبانِ مدعا کی
عبادت ہے مرے ذوقِ فنا سے ۔ اشارت اُس نگاہِ آشنا کی
کرم اُس جانِ اربابِ وفا کا ۔ مرے حق میں ہے پیغام بلا کی
بقدرِ شوقِ اربابِ نظر ہے ۔ ترقی اُنکے حُسنِ خود نما کی
عبادت بندگی ہے عاشقوں کو ۔ حکایت اُس جمالِ دلربا کی
جب اُن آنکھوں میں ہے صبحِ شبِ وصل ۔ نہ شوخی کی نہ گنجائش حیا کی

[illegible]

سبب حسرت ہوئی فیضانِ حق کا
نظر لطفِ کبیرالاولیا کی

حضرت مخدوم جلال الدین کبیرالاولیا رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی

یہ شہرِ کوئے یار آنے لگی ۔ آرزو کو بوئے یار آنے لگی
زلفِ یار اندر ہوائے حسنِ یار ۔ تا بخ نیکوئے یار آنے لگی
شوقِ مخمور ہوس ہونے لگا ۔ نکہت گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی نذرِ عقیدت بے شمار ۔ ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی
زخمِ دل دیکھا تو حسرت ہمکو یاد
قوتِ بازوئے یار آنے لگی